ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

8
اگست ۲۰۱۵ء
شوال ۱۴۳۶ھ

# صبحِ آزادی

اگست ۱۹۴۷ء

یہ داغ داغ اُجالا، یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا، یہ وہ سحر تو نہیں
یہ وہ سحر تو نہیں جس کی آرزو لے کر
چلے تھے یار کہ مل جائے گی کہیں نہ کہیں
فلک کے دشت میں تاروں کی آخری منزل
کہیں تو ہوگا شبِ سُست موج کا ساحل
کہیں تو جاکے رُکے گا سفینۂ غمِ دل
جواں لہو کی پُر اسرار شاہراہوں سے
چلے جو یار تو دامن پہ کتنے ہاتھ پڑے
دیارِ حسن کی بے صبر خواب گاہوں سے
پکارتی رہیں باہیں، بدن بلاتے رہے
بہت عزیز تھی لیکن رخِ سحر کی لگن
بہت قریں تھا حسینانِ نور کا دامن
سبک سبک تھی تمنا، دبی دبی تھی تھکن

سنا ہے ہو بھی چکا ہے فراقِ ظلمت و نور
سنا ہے ہو بھی چکا ہے وصالِ منزل و گام
بدل چکا ہے بہت اہلِ درد کا دستور
نشاطِ وصل حلال و عذابِ ہجر حرام
جگر کی آگ، نظر کی اُمنگ، دل کی جلن
کسی پہ چارۂ ہجراں کا کچھ اثر ہی نہیں
کہاں سے آئی نگارِ صبا، کدھر کو گئی
ابھی چراغِ سرِ رہ کو کچھ خبر ہی نہیں
ابھی گرانیٔ شب میں کمی نہیں آئی
نجاتِ دیدہ و دل کی گھڑی نہیں آئی
چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

فیض احمد فیض

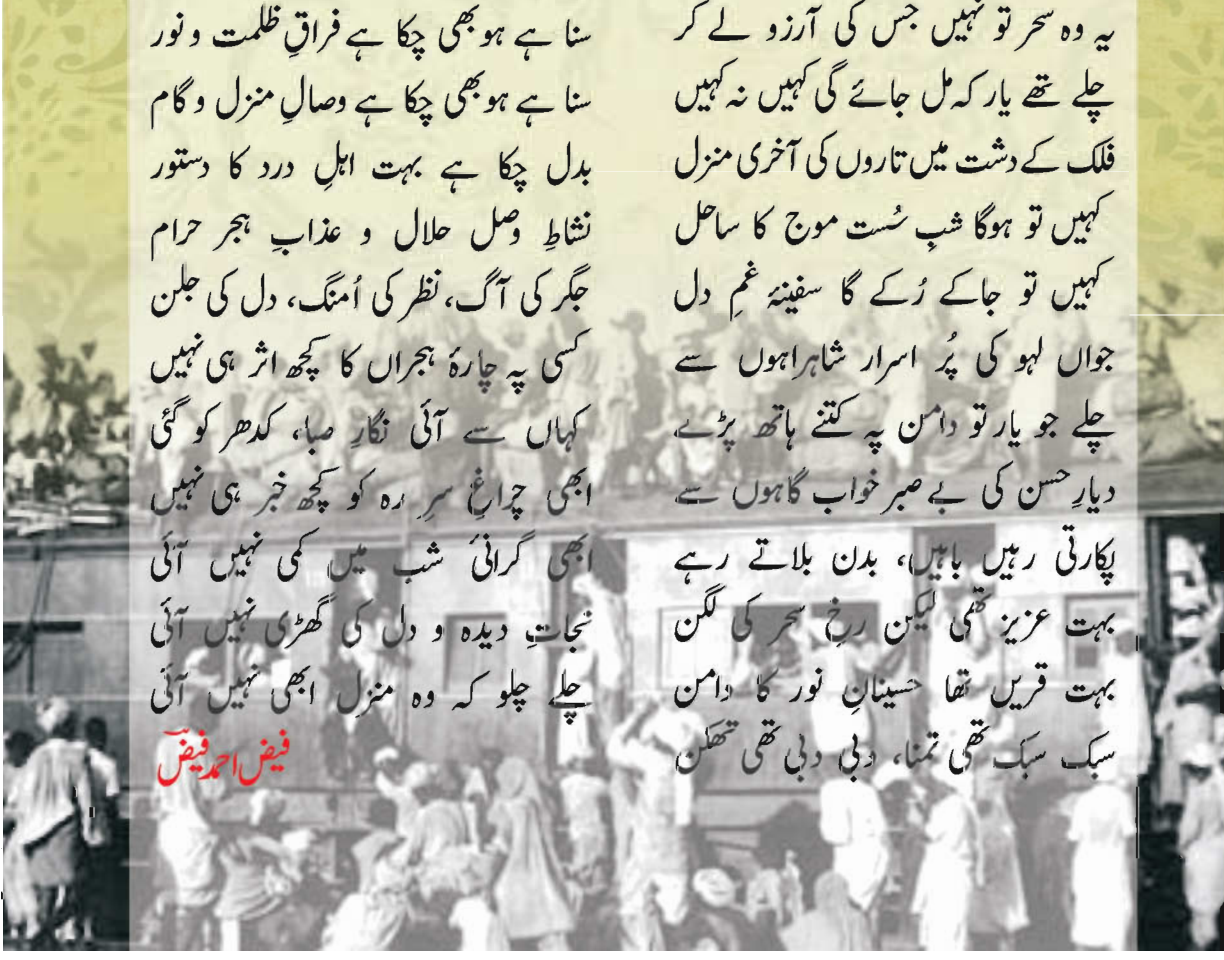

توحید و ختم نبوت
کے علمبردارو
ایک ہو جاؤ!
(سید ابوذر بخاریؒ)

یوم تحفظ ختم نبوت کے مبارک موقع پر

# سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس لاہور

دفتر احرار 69/c حسین سٹریٹ وحدت روڈ، نیو مسلم ٹاؤن لاہور

## 7 ستمبر 2015ء پیر، بعد نماز عشاء

زیر صدارت

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی

# سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

زعمأ احرار کے علاوہ تمام مکاتب فکر کے جید علماء کرام دینی جماعتوں
کے رہنما اور دانشور خطاب فرمائیں گے۔ ان شأاللہ تعالیٰ
احرار کارکن اور عوام بھرپور شرکت فرما کر کانفرنس کو کامیاب کریں

شعبہ نشر و اشاعت

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام لاہور

رابطہ لاہور: 042-35912644 ملتان: 061-4511961 چیچہ وطنی: 040-5485953 چناب نگر: 047-6211523

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

# ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 26 شمارہ 8 شوال 1436ھ — اگست 2015ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411



فیضانِ نظر: حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی: ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقاء فکر:
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین: محمد نعمان سنجرانی
nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر: محمد یوسف شاد 0300-7345095



زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک ——— -/200 روپے
بیرون ملک ——— -/4000 روپے
فی شمارہ ——— -/20 روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان


## تشکیل


| | | |
|---|---|---|
| دل کی بات: عذابِ سیلاب، اسباب اور حل | سید محمد کفیل بخاری | 2 |
| شذرات: ۷ ستمبر یوم تحفظ ختم نبوت<br>سردار عبدالقیوم خان کی رحلت | عبداللطیف خالد چیمہ | 4 |
| افکار: چناب نگر میں عید......! | سیف اللہ خالد | 6 |
| 〃 ایران کا جوہری معاہدہ | مولانا زاہد الراشدی | 8 |
| دین و دانش: قیامت کے دن ہر انسان اپنے امام کے ساتھ ہوگا (آخری قسط) | حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ | 11 |
| 〃 صحابیت اور احتیاط کا پہلو | پروفیسر محمد حمزہ نعیم | 16 |
| 〃 قدح مردان رضی اللہ عنہ میں وارد روایات کا تجزیہ (قسط: ۲) | پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی | 18 |
| 〃 تاریخ مرقد نبوی ﷺ کا عبرت آموز واقعہ<br>محبت رسول ﷺ کی اعلیٰ مثال | ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری | 31 |
| گوشہ امیر شریعت: یادگار باتیں، خوشگوار یادیں (گفتگو: مولانا محمد یٰسین) | مرتب: سید محمد کفیل بخاری | 34 |
| آپ بیتی: ورق ورق زندگی (قسط: ۵۰، آخری قسط) | پروفیسر خالد شبیر احمد | 42 |
| مطالعہ: حضرت مہدی علیہ الرضوان اور مرزا قادیانی | حافظ عبید اللہ | 48 |
| قادیانیت: چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ (قسط: ۶) | | |
| یادِ رفتگاں: حضرت مولانا مجاہد الحسینی مدظلہ کی اہلیہ مرحومہ<br>تحریکِ ختمِ نبوت کی ایک خاموش مجاہدہ | مفتی سعید احمد | 57 |
| حسن انتقاد: "شورش کاشمیری بحیثیت صحافی"...... تحقیق کی ایک بری مثال | خالد ہمایوں | 59 |
| اخبار الاحرار: مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں | ادارہ | 62 |
| ترحیم: مسافرانِ آخرت | ادارہ | 63 |



رابطہ

دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com



تحریک تحفظ ختم نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: ...

Hashim Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　　　سید محمد کفیل بخاری

# عذابِ سیلاب، اسباب اور حل

پنجاب اور خیبر پختونخوا میں بارشوں اور سیلاب کا سلسلہ جاری ہے۔ جنوبی پنجاب کے کئی دیہات سیلاب کی نذر ہوگئے۔ اسی طرح چترال اور پشاور کے بہت سے علاقے پانی میں ڈوب گئے۔ پاک فوج کے جوان‘ متاثرین کو محفوظ علاقوں میں منتقل کرنے‘ انہیں خوراک اور دیگر امدادی سامان پہنچانے میں حسبِ سابق مثالی خدمات انجام دے رہے ہیں دیگر سماجی و فلاحی اداروں کی طرف سے بھی امدادی سرگرمیاں جاری ہیں۔ یقیناً یہ ایک بڑی خدمت ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ تو ایک پہلو ہے جس پر پوری قوم کی توجہ مرکوز ہے لیکن دوسرے پہلوؤں کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

سیلاب تو ہر سال آتے ہیں، بارشیں بھی ہوتی ہیں، جانی و مالی نقصانات بھی ہوتے ہیں، اس کے ظاہری اسباب پر تفصیلی بحث و تمحیص بھی ہوتی ہے، بچاؤ کی تجاویز غور و فکر کے بعد منظور ہوتی ہیں۔ آئندہ کے لیے منصوبے طے ہوتے ہیں، سیلاب گزر جاتا ہے، منصوبے کاغذوں میں ہی دب جاتے ہیں اور سال بعد پھر سیلاب آجاتا ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد 1948ء میں پہلا سیلاب آیا اور تب سے آج تک یہ سلسلہ جاری ہے حکمرانوں کی تان بالآخر یہاں آکر ٹوٹ جاتی ہے کہ بھارت دریاؤں میں پانی چھوڑ دیتا ہے اور یہ پاکستان کو تباہ کرنے کی بہت بڑی سازش ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر اس سازش کو ناکام بنانے کا کوئی حل اور توڑ بھی ہے کہ نہیں؟ بھارت نے درجنوں ڈیم بنا کر پانی محفوظ بھی کیا اور توانائی بھی حاصل کی جبکہ فالتو پانی پاکستان کی طرف چھوڑ دیا۔ ستلج اور راوی سارا سال خشک رہتے ہیں اور جب بھارت پانی چھوڑتا ہے تو ان میں طغیانی آجاتی ہے۔ جنرل ایوب خان کے دور میں اس مسئلہ پر توجہ دی گئی اور ڈیم بنائے گئے۔ اس کے بعد کے حکمرانوں اور سیاست دانوں نے ڈیموں کی تعمیر کو ہی متنازعہ بنا کر اپنی مفاد پرستانہ سیاست کی نذر کر دیا۔ کالا باغ ڈیم کو ہی لیجیے، اس پر اتنی بحث ہوئی اور اتنی مخالفت ہوئی کہ اب یہ موضوعِ مذاق بن کر رہ گیا ہے۔ موجودہ حکومت ہی اس طرف توجہ کر لے۔ پورا ملک بجلی کے شدید بحران سے دوچار ہے۔ شہر اور دیہات تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ صنعتیں تباہ ہوگئی ہیں، سرمایہ کار بھاگ کر دوسرے ملکوں میں چلے گئے ہیں۔ غریب اور مزدور کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہوگیا ہے۔ شمسی توانائی (سولر انرجی) متبادل نظام کے طور پر متعارف کرایا گیا لیکن وہ بھی ٹیکسز لگا کر اتنا مہنگا کر دیا گیا ہے کہ عام آدمی کی دسترس سے باہر ہے۔ حکمرانوں کو تو اپنے اللّوں تللّوں کے لیے پیسے چاہییں اور ان کے وزیران و مشیرانِ باتدبیران کے حصول کے لیے راستے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے وِد ہولڈنگ ٹیکس لگا کر قوم کے لوٹنے کا راستہ ایک بار پھر نکالا ہے۔ ایک لاکھ روپے کی بینک ٹرانزکشن پر چھ سو روپے کا جگا

ٹیکس حکومت کو دینا پڑے گا۔ اس پر تاجروں کا احتجاج جاری ہے، وزیر خزانہ سے تاجروں کے مذاکرات ناکام ہو چکے ہیں اور ملک میں ایک بار پھر ہڑتالوں کا سلسلہ شروع ہونے والا ہے۔ زرداری صاحب لوٹ مار کر کے ملک سے فرار ہو چکے ہیں۔ عمران خان دھرنوں میں فحاشی وعریانی کا ناٹک رچا کر اور انتخابات میں دھاندلی کے الزامات لگا کر اپنی ہی تجویز پر قائم ہونے والے جوڈیشل کمیشن کے فیصلے کے بعد جس ذلت سے سیاسی موت کا شکار ہوئے ہیں وہ ان کی سیاسی نابالغی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں شمالی علاقوں میں زلزلہ آیا، متأثرین کی امداد میں جو غیر ملکی سامان آیا وہ ان کے وزرا نے بندر بانٹ کی بھینٹ چڑھایا۔ حتیٰ کہ اٹلی سے امداد میں آنے والے شاندار کمبل، وزیر اعظم کے گیسٹ ہاؤس میں استعمال ہوئے اور اٹلی سے آئے ہوئے مہمانوں پر ڈال دیے گئے۔ ان مہمانوں نے اس پر شکوہ بھی کیا لیکن اس کا اثر کسی شریف آدمی پر ہی ہوسکتا ہے۔ بھٹو کی باقیات نے بھی وہی آموختہ دہرایا۔ سابق وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی کی بیوی کو سیلاب زدگان کی امداد میں آیا ترک وزیر اعظم کی بیوی کا قیمتی ہار پسند آ گیا جو انھوں نے ذاتی ملکیت بنا لیا۔ حال ہی میں گیلانی صاحب نے وہ ہار جس بے شرمی اور ڈھٹائی سے واپس جمع کرایا وہ بھی تاریخ کا بدترین واقعہ ہے۔

یہ بارشیں اور سیلاب اللہ کا عذاب بھی ہیں۔ اس کا اصل پہلو یہی ہے جس پر غور کرنے، رجوع الی اللہ اور توبہ استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔ رمضان المبارک ہماری تمام تر گناہ گاریوں، بغاوتوں اور سرکشیوں کے باوجود ہم پر اپنی رحمتیں برساتا اور مغفرت و عافیت کی بشارتیں سناتا ہم سے رخصت ہوگیا۔ لیکن ہم نے اللہ کے مہمان 'رمضان' کے ساتھ کیا سلوک کیا، عید الفطر کیسے گزاری، اور اب کیا کر رہے ہیں؟ اس پر ذرا بھی غور نہیں کیا۔ ہمارے ٹی وی چینلز پر سحر و افطار کے وقت جو پروگرام چلتے رہے کیا رمضان کا یہی تقاضا تھا؟ سحر و افطار کے مبارک لمحات کو بھی ملٹی نیشنل کمپنیوں کو فروخت کر کے فحاشی، بے حیائی، بے غیرتی اور دیوثی کو فروغ دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس بہتی گنگا میں بعض دین فروش نام نہاد مولویوں نے بھی وضو کرنے سے گریز نہیں کیا۔ یہ سیلاب نہیں عذاب ہے۔ صرف بند باندھنے اور امدادی خدمات انجام دینے سے تو یہ عذاب نہیں ٹلے گا۔ جب تک توبہ استغفار اور رجوع الی اللہ کا اہتمام نہیں ہوگا' عذاب نہیں ٹلے گا۔ حکمرانوں اور سیاست دانوں کو تو شاید اس کی فرصت نہیں ملے گی، قوم ہی توجہ کرلے یہ مسائل اور مشکلات ہمارے اپنے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ کسی اور کو اس کا ذمہ دار ٹھہرانے کی بجائے اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے اور اس کا حل ہمیں خود ہی نکالنا ہے کسی دوسرے ملک نے نہیں۔ یہ فساد ہم نے خود پیدا کیا ہے اور اس کی سزا بھی ہم ہی بھگت رہے ہیں لیکن عبرت حاصل نہیں کر رہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

"خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے۔ شاید وہ باز آجائیں۔ (الروم: ۴۱)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

عبداللطیف خالد چیمہ

# ۷؍ستمبر یومِ تحفظ ختمِ نبوت

## (یومِ قراردادِ اقلیت)

۴۱ سال قبل ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے طویل غور وخوض اور دونوں فریقوں کا مؤقف سننے کے بعد لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اس یادگار اور تاریخی فیصلے کے حوالے سے ملک بھر میں تمام مکاتبِ فکر ۷؍ستمبر کو یومِ تحفظ ختمِ نبوت (یومِ قرار داد اقلیت) کے طور پر مناتے ہیں۔ مجلس احرار اسلام اور اس کے ماتحت اداروں نے ماضی میں جب یہ دن منانے کا اعلان کیا تو بعض حضرات کو ناگوار بھی گزرا، لیکن ہم نے اس حوالے سے دھیرے دھیرے محنت جاری رکھی اور آج تمام دینی طبقات حتیٰ کہ پیپلز پارٹی کے بعض رہنما بھی اس دن کی مناسبت سے مثبت اظہارِ خیال کرنے لگے ہیں۔ ہم سب کے شکر گزار ہیں اور یہ کہنا چاہتے ہیں ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کی قرار داد اقلیت جو یقیناً ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی قیادت میں پاس ہوئی اور ۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کا امتناع قادیانیت ایکٹ جو صدر محمد ضیاء الحق مرحوم نے جاری کیا پر عملدرآمد کی صورت حال انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔ بلکہ بین الاقوامی طاقتوں اور سیکولر لابیوں کا ہدف تحفظ ختمِ نبوت کے قوانین کو ختم کرانا ہے، ان قوانین کے دفاع وتحفظ کے لیے مزید ایک لمبی جنگ لڑنی ہے لیکن یہ جنگ حکمت وتدبیر اور بصیرت کی متقاضی ہے۔ قادیانی، ورلڈ اسٹیبلشمنٹ، انٹرنیشنل سیکولر لابیوں، میڈیا اور منصوبہ بندی کے ذریعے امریکہ اور بین الاقوامی اداروں میں رسوخ حاصل کر کے پاکستان کے حالات کو خراب کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے۔ ایسے میں ۷؍ستمبر کے موقع پر ہمیں تجدیدِ عہد بھی کرنا ہے اور یومِ ختمِ نبوّت کے حوالے سے اس روز شہداءِ ختمِ نبوّت کی لازوال قربانیوں کو سامنے رکھ کر منکرینِ ختمِ نبوّت کی ریشہ دوانیوں کے سدباب کی بہترین تدبیریں بھی کرنی ہیں۔

مجلس احرار اسلام کی جملہ ماتحت شاخوں، ذیلی اداروں اور ارکان ومعاونین کے لیے لازم ہے کہ وہ ''یومِ ختمِ نبوّت'' کے حوالے سے اجتماعات، تقریبات اور اجلاس منعقد کر کے اپنے ایمان کو جلا بخشیں اور قادیانیوں کی ملک وملت خصوصاً ایٹمی اثاثوں کے خلاف قادیانی سازشوں کو بے نقاب کرنے میں اپنا مؤثر کردار ادا کریں۔ تمام مکاتبِ فکر کے نمائندہ حضرات کو مدعو بھی کریں اور اُن کے پروگراموں میں شریک بھی ہوں۔ عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کے حوالے سے یہ طرزِ عمل اکابر احرار وختمِ نبوّت کی ارواح کے لیے ایصالِ ثواب بھی ہوگا اور ہمارے لیے صدقۂ جاریہ بھی۔ احرار کارکن یاد رکھیں کہ عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کا کام ان کی اصل وراثت ہے اور وراثت کے اس عمل کو آگے منتقل کرتے رہنا ہمیں اپنی

جان سے بھی عزیز ہے۔ اس راستے کی مشکلات اور کلفتیں صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کرنا بھی احرار کا شیوہ ہے منفی پراپگنڈے سے کبھی متاثر نہ ہوں، بلکہ اپنے کام سے کام رکھیں، یاد رکھیں کہ جوں جوں تحریک ختم نبوت کا دائرہ احرار کے توسط سے وسیع ہوگا توں توں حاسدین کا حسد حد سے بڑھتا جائے گا اور بغض معاویہ رضی اللہ عنہ کے عادی مجرم طرح طرح کی بہتان طرازی پر اُتر آئیں گے۔ یہ وار ہم تو سہنے کے عادی ہو چکے ہیں، احرار کارکنو! ہمیں ورثے میں یہی ملا تھا سو تمہیں بھی نصیحت و وصیت کرتے ہیں کہ ایسے میں صراط مستقیم پر گامزن رہنا اور اعتدال کا راستہ کبھی نہ چھوڑنا کامیابی تمہارے قدم چومے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ، وما علینا الا البلاغ

## سردار عبدالقیوم خان کی رحلت:

آزاد کشمیر کے حریت پسند اور معمر رہنما، مجاہدِ اوّل سردار عبدالقیوم خان طویل علالت کے بعد ۱۱ر جولائی ۲۰۱۵ء کو انتقال کر گئے۔ یہ صدمہ تمام قومی و دینی اور سیاسی حلقوں کے لیے انتہائی غم کا باعث ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سردار صاحب مرحوم کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ انھوں نے ۲۳ر اگست ۱۹۴۷ء کو بھارت کے خلاف پہلی گولی چلا کر تحریکِ آزادی کا آغاز کیا۔ وہ جموں کشمیر مسلم کانفرنس کے بانی رہنما تھے اور آزاد کشمیر کے صدر اور وزیر اعظم کے منصب پر باوقار انداز میں فائز رہے، ان کی نماز جنازہ ان کے آبائی گاؤں غازی آباد میں ادا کی گئی جو انتہائی رش کے باعث چار مرتبہ پڑھی گئی۔ سردار عبدالقیوم خان آزاد کشمیر کے ساتھ ساتھ پاکستان کی قومی و سیاسی تاریخ کا اہم باب رہے ہیں اور حب الوطنی کے حوالے سے اپنی مثال آپ تھے۔ عقیدۂ ختمِ نبوّت کے حوالے سے اُن کا تاریخی کردار تاریخ کے اوراق پر ثبت ہے جس کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ سے ان کا گہرا تعلق تھا۔ ۱۹۷۰ء میں سردار صاحب اُنھی کی دعوت پر دفتر احرار لاہور تشریف لائے احرار پارک دہلی دروازہ لاہور میں منعقدہ ''احرار ختم نبوّت کانفرنس'' میں خطاب بھی کیا۔ سردار صاحب نے جیوشِ احرار کی پریڈ دیکھی اور سلامی لی۔ اس موقع پر احرار کارکنوں نے جب یہ ترانہ پڑھا: ''اے وطن ہم تیری عزت کی قسم کھاتے ہیں'' تو سردار عبدالقیوم کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ سردار صاحب مرحوم اسی دور میں چیچہ وطنی میں منعقدہ ایک کانفرنس میں تشریف لائے اور احرار رہنماؤں کے ساتھ انھوں نے بھی خطاب کیا۔

۱۹۷۳ء میں آزاد کشمیر میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لیے اُن کی انتھک کوششوں کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ انھوں نے ملک و ملت کے لیے جہاں گراں قدر خدمات انجام دیں وہاں اسلام اور وطنِ عزیز کے دفاع کے لیے بڑی مشکلات و مصائب برداشت کیے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی حسنات کو قبول فرمائے، سیئات سے درگزر فرمائے اور اُن کی مغفرت فرمائے۔ آمین

سیف اللہ خالد

# چناب نگر میں عید......!

قادیانیوں کے مرکز چناب نگر میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی اور جرات مندانہ کردار کے سبب قادیانی اپنی من مانی کرنے میں آزاد نہیں رہے۔ قادیانیوں کی اس غیر اعلانیہ ریاست کے اندر مسلمان پورے جوش وخروش کے ساتھ عید مناتے ہیں۔ چناب نگر کے اندر چار مرکزی مقامات پر نماز عید ادا کی جاتی ہے۔ جس میں چناب نگر کے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ نواحی بستیوں کے مسلمان بھی اس وجہ سے نماز ادا کرنے آتے ہیں کہ چناب نگر کے مسلمان خود کو تنہا نہ سمجھیں۔

چناب نگر میں عید کے اہم اجتماعات میں سے ایک اجتماع قادیانیوں کے مرکزی دفتر ایوان محمود کے بالکل سامنے کچہری والی مسجد نور اسلام میں ہوتا ہے جہاں مولانا قاری شبیر عثمانی خطیب ہیں اور وہی نماز عید بھی پڑھاتے ہیں۔ اسی طرح ایک اہم اجتماع جامع مسجد احرار میں ہوتا ہے۔ جہاں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند و جانشین مولانا پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری عید کی نماز خود پڑھاتے ہیں۔ امیر شریعت کی نسبت کے سبب اس مسجد میں چنیوٹ تک سے لوگ نماز کے لیے آتے ہیں۔ تیسرا اہم اجتماع ریلوے اسٹیشن پر محمدی مسجد میں ہوتا ہے جہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ نماز عید پڑھاتے ہیں۔ ان تمام مساجد میں مسلمان پرشکوہ انداز میں عید کی نماز ادا کرنے آتے ہیں جس سے ختم نبوت کے مقصد کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور مقامی کارکنوں کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی ہے۔

جامع مسجد احرار کے خطیب مولانا محمد مغیرہ نے ''امت'' سے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ عید کے روز وہ اسی طرح جوش وخروش سے عید مناتے ہیں جیسے کہ ملک کے دیگر حصوں میں عید منائی جاتی ہے۔ قادیانیوں کی وجہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ مقامی مسلمان زیادہ جوش وجذبے کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ ان کی مسجد میں قریبی مسلمان دیہات سے لوگ آتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ چناب نگر کے مرکزی بازار میں سے گزر کر آتے ہیں جہاں چاروں طرف قادیانیوں کی دکانیں اور گھر ہیں لہٰذا یہ لوگ آتے جاتے بلند آواز میں درود شریف کا ورد کرتے ہیں۔ تاہم انھیں ہدایت ہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو بدمزگی کا سبب بنے۔ لہذا نماز عید کے بعد تمام لوگ پرامن طور پر گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔ اس دوران قادیانی جماعت کے مسلح ونگ اور ان کی اپنی انٹیلی جنس کے لوگ متحرک دکھائی دیتے ہیں۔ تاہم اب انھیں یہ جرات نہیں ہوتی کہ کسی کا راستہ روکیں یا ہراساں کریں۔ کچہری والی مسجد نور اسلام انتہائی حساس مقام پر واقع ہے۔ اس کے سامنے سڑک کے دوسری جانب قادیانی جماعت کا دارالخلافہ ایوان محمود ہے اور چند قدم کے فاصلے پر قادیانی مرکزی عبادت گاہ اقصیٰ موجود ہے۔ اس حساس مسجد میں بھی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نماز عید کے لیے آتی ہے۔ اس مسجد کے نمازیوں میں مقامی دیہات کے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ شہر میں مختلف محکموں میں تعینات مسلمان سرکاری افسران اور ہلکاروں کے علاوہ قریبی پہاڑوں پر پتھر کاٹ کر بجری بنانے والے مزدور بھی آتے ہیں۔ جن کی غالب اکثریت پشتونوں کی ہے۔ یہ

لوگ جتھوں کی شکل میں نماز عید کے لیے آتے ہیں تو مقامی قادیانی ان کے راستے میں نہیں آتے۔ بلکہ ایک وقت کے لیے کوئی گمان بھی نہیں کرسکتا کہ یہ شہر قادیانیوں کا ہے۔اس مسجد کے خطیب مولانا قاری شبیر عثمانی نے ''امت'' سے بات چیت میں کہا کہ پہلے یہاں رکاوٹیں ہوا کرتی تھیں۔عید کیا، یہ لوگ نماز جمعہ پر بھی چھیڑ چھاڑ سے باز نہیں آتے تھے۔مگر لاہور میں دہشت گردی کی آڑ میں انھوں نے مقامی مسلمانوں کو تنگ کیا تو اس کے ردعمل میں مسلمانوں نے بھی نہ صرف ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ علما کی قیادت میں ان کے رویے کی مزاحمت کی جس پر انھیں شہر کے راستے کھولنا پڑے اور اب شہر میں ان کی مرکزی عبادت گاہ اقصیٰ میں ان کی جمعہ اور عید کی عبادت موقوف ہوچکی ہے۔ یہ لوگ اپنے اپنے محلے میں عبادت کرتے ہیں۔انھوں نے بتایا کہ مسلمانوں کا مطالبہ تھا کہ نماز عید شعائر اسلامی میں سے ہے۔قادیانی اقصیٰ میں نماز عید کے نام پر شعائر اسلامی کی توہین کرتے ہیں۔جس پر یہ عبادت ختم کردی گئی ہے اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کو گزرنے اور آمدورفت میں کوئی مشکل نہیں رہی۔انھوں نے بتایا کہ نماز عید کے بعد وہ لوگ ایک دوسرے کو ملنے گھروں میں بھی جاتے ہیں۔ بازاروں میں بھی پھرتے ہیں۔مگر قادیانی کارندے نگرانی کے باوجود کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتے۔اسی طرح ریلوے اسٹیشن والی مسجد میں ریلوے کا مسلمان عملہ اور اردگرد کے دیہاتی نماز عید میں شریک ہوتے ہیں۔نماز عید کا ایک اہم اجتماع چناب نگر سے ملحق مسلم کالونی میں بھی ہوتا ہے جہاں مسلم کالونی کے مسلمان نماز عید ادا کرتے ہیں۔اس مسجد میں بھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ نماز عید پڑھاتے ہیں۔

چناب نگر کی تمام مساجد میں نماز عید کی سرگرمیوں میں تحریک ختم نبوت کا مقصد غالب دکھائی دیتا ہے۔خطبات عید میں قادیانیوں کو دعوت اسلام دی جاتی ہے اور تمام سماجی اور اجتماعی سرگرمیوں میں اس امر کا خیال رکھا جاتا ہے کہ کوئی ایسا عمل نہ ہو جس سے قادیانیوں کے سامنے مسلمانوں کی کمزوری ظاہر ہو۔مسلم کالونی کے ایک مزدور اشرف خان نے بتایا کہ وہ کوئی عالم دین تو نہیں مگر اتنا جانتا ہے کہ اسلام دشمنوں کے درمیان میں رہتے ہیں، اس لیے ہم عام لوگ بھی انتہائی محتاط رہتے ہیں اور نماز کے لیے جاتے وقت احساس ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہمیں دیکھ رہے ہیں۔چناب نگر سے نماز عید کے لیے ہر عید پر مسجد احرار جانے والے ایک نوجوان محمد طیب نے ''امت'' کو بتایا کہ نماز عید تو ہر جگہ ہوجاتی ہے مگر جو مزہ قادیانیوں کے بھرے بازاروں میں سے گزر کر جانے سے ملتا ہے وہ کہیں اور نہیں ملتا۔طیب نے بتایا کہ اب تو حالات ٹھیک ہیں۔ہم اس وقت بھی وہیں جاکر جمعہ اور عید ادا کرتے تھے۔جب یہ یقین نہیں ہوتا تھا کہ واپس بھی آئیں گے یا نہیں۔چناب نگر پولیس کے ایک افسر نے ''امت'' کو بتایا کہ مقامی مسلمانوں کی استقامت اور جذبہ ہے، جس نے قادیانیوں کو پسپائی پر مجبور کردیا ہے۔اگر یہ لوگ عیدین اور جمعہ پر متحد اور پرجوش نہ ہوتے تو قادیانی انھیں کھا جاتے۔مگر اب ان میں ان کو چھیڑنے کی ہمت نہیں رہی۔مجموعی طور پر چناب نگر کے باسی اپنی عید کو باقی مسلمانوں کی طرح قرار دیتے ہیں۔مگر حقیقت میں بھی وہاں ختم نبوت کے مقاصد کا خیال رکھا جاتا ہے۔اور اس میں عام آدمی پیش پیش دکھائی دیتا ہے۔

**(مطبوعہ: روزنامہ امت کراچی، 18 جولائی 2015ء)**

مولانا زاہدالراشدی

# ایران کا جوہری معاہدہ

بڑی طاقتیں کہلانے والے چھ ملکوں کے ساتھ ایران کا ایٹمی معاہدہ اس وقت پوری دنیا میں زیر بحث ہے اور اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں پر اظہار خیال کا سلسلہ جاری ہے۔ معاہدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ان چھ ملکوں نے ایران کو اس بات پر آمادہ کر لیا ہے کہ وہ اپنے ایٹمی پروگرام کو دس سال تک ایٹم بم بنانے کے لیے استعمال نہیں کر سکے گا۔ اور اس سلسلہ میں عالمی سطح پر نگرانی کرنے والے اداروں کو اپنی ایٹمی تنصیبات اور اثاثوں تک رسائی فراہم کرنے کا پابند ہوگا۔ جبکہ بڑی طاقتوں نے سلامتی کونسل کے ذریعہ ایران کو اس بات پر مجبور کرنے کے لیے جو اقتصادی پابندیاں عائد کر رکھی ہیں وہ پابندیاں ختم کر دی جائیں گی۔ سلامتی کونسل نے اس معاہدہ کی منظوری دے دی ہے مگر امریکی کانگریس میں اس کی منظوری کا مرحلہ ابھی باقی ہے جسے رکوانے کے لیے اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو مسلسل سرگرم عمل ہیں۔ اور انہیں توقع ہے کہ چونکہ امریکی کانگریس میں ری پبلکن پارٹی کی اکثریت ہے جو صدر اوبامہ کے اس اقدام کی مخالفت کر رہی ہے اور خود صدر اوبامہ کی ڈیموکریٹک پارٹی میں بھی اس معاہدہ کے مخالفین موجود ہیں، اس لیے وہ امریکی کانگریس سے اس معاہدہ کو منظور نہ کرنے کا فیصلہ کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جبکہ صدر اوبامہ نے کہہ دیا ہے کہ اگر کانگریس نے یہ معاہدہ منظور نہ کیا تو وہ کانگریس کے اس فیصلے کو ویٹو کر دیں گے جس کا انہیں دستوری طور پر اختیار حاصل ہے اور اس طرح یہ معاہدہ بدستور نافذ العمل رہے گا۔

اس معاہدہ پر اسرائیل کے ساتھ ساتھ خلیجی تعاون کونسل نے بھی تحفظات کا اظہار کیا ہے اور امریکی وزیر دفاع نے اسرائیل کا دورہ کر کے ان تحفظات کو کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ جبکہ وزیر خارجہ جان کیری اسی سلسلہ میں قطر کا دورہ کرنے والے ہیں۔ دوسری طرف اس معاہدہ پر عمل درآمد کی صورت میں مشرق وسطیٰ کی صورت حال میں جن تبدیلیوں کی توقع کی جا رہی ہے وہ اس مسئلہ کا ایک مستقل پہلو ہے اور اس کا الگ جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

جہاں تک معاہدہ کا تعلق ہے، اصولی حوالہ سے اس میں سب سے زیادہ توجہ طلب بات یہ ہے کہ اس معاہدہ کے ذریعہ چند ملکوں کا یہ حق ایک بار پھر عالمی سطح پر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ عسکری قوت اور ہتھیاروں کے بارے میں انہیں یہ اتھارٹی حاصل ہے کہ وہ جن ہتھیاروں کو ممنوع قرار دے دیں وہ ان کے علاوہ باقی سب ملکوں کے لیے ممنوع قرار پائیں گے۔ اور اپنے سوا دیگر ممالک کے لیے وہ جن ہتھیاروں کا رکھنا اور تیار کرنا جائز قرار دیں گے انہیں صرف وہی ہتھیار تیار کرنے، رکھنے اور استعمال کرنے کا حق ہوگا۔

ایٹم بم کے بارے میں بھی یہی فلسفہ کارفرما ہے کہ جن کے پاس موجود ہیں اور جنہیں ایٹمی قوت تسلیم کر لیا گیا ہے ان کے پاس ایٹم بموں کے ذخیرے تو جائز ہیں مگر ان کے علاوہ کسی ملک کے پاس ایک ایٹم بم کی موجودگی بھی ناقابل برداشت جرم ہے۔ ایٹم بم کے علاوہ چند دوسرے ہتھیار بھی اس فہرست میں شمار ہوتے ہیں اور انہی ”ممنوعہ ہتھیاروں“ کی موجودگی کی جھوٹی اطلاعات پر حال میں ہی ان اجارہ دار قوتوں نے عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے۔ مگر لاکھوں افراد کے قتل کے بعد بھی وہ عراق میں ممنوعہ ہتھیاروں کی موجودگی کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکے اور نہ ہی اپنی اس ڈھٹائی پر کسی قسم کی شرمساری کے اظہار کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔

ایران کے سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای نے کہا ہے کہ انہوں نے فتویٰ دے رکھا ہے کہ ایٹم بم کا شمار شرعی طور پر جائز ہتھیاروں میں نہیں ہوتا اس لیے ایران کا ایٹمی ہتھیار بنانے کا پہلے سے ہی کوئی ارادہ نہیں تھا۔ لیکن اس بات سے قطع نظر کہ ان کا یہ فتویٰ شرعی اصولوں کے مطابق کہاں تک درست ہے، یہ بات سمجھنا باقی ہے کہ اگر ایرانی قیادت کے نزدیک ایٹمی ہتھیاروں کو شرعاً جواز کا درجہ حاصل نہیں ہے تو پھر ایٹم بم نہ بنانے کے وعدہ کو دس سال تک محدود کرنے کا کیا مطلب ہے۔ اور کیا دس سال کے بعد ایٹم بم کی تیاری شرعاً جائز ہو جائے گی؟ اس معمہ کو ایرانی قیادت ہی حل کر سکتی ہے، ہماری سمجھ سے تو یہ بہرحال بالاتر ہے۔

اس سلسلہ میں شمالی کوریا کا یہ موقف زیادہ اصولی لگتا ہے جس میں اس کی وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا ہے کہ ان کا ملک اس قسم کے کسی معاہدہ کے لیے مذاکرات میں دل چسپی نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ وہ ایٹمی ملک ہے اور ایٹمی ملک کہلوانا پسند کرتا ہے۔ گویا شمالی کوریا چند اجارہ دار ملکوں کی اس اجارہ داری کو تسلیم کرنے سے انکاری ہے کہ ایٹم بم بنانا اور رکھنا صرف چند ملکوں کا ہی حق ہے اور ان کے علاوہ دنیا کے کسی ملک کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔

اس مسئلہ کا دوسرا اور ہمارے نزدیک زیادہ اہم پہلو یہ ہے جس کا اظہار خلیجی ممالک کی باہمی تعاون کی تنظیم نے مشرق وسطیٰ میں بڑھتے ہوئے ایرانی اثر ورسوخ پر تشویش کی صورت میں کیا ہے اور اس تشویش کو دور کرنے کے لیے امریکی وزیر خارجہ جان کیری چند روز میں قطر کا دورہ کرنے والے ہیں۔

مشرق وسطیٰ میں ایرانی اثر ورسوخ کی معروضی صورت حال یہ ہے کہ عراق، شام، لبنان اور یمن اس کی سیاسی وعسکری مداخلت کی براہ راست جولان گاہ بنے ہوئے ہیں، جبکہ سعودی عرب بھی ایران کے تیار کردہ عسکری گروپوں کی یلغار کی مسلسل زد میں ہے جس کا اظہار یمن کی سرحد کے ساتھ ساتھ سعودی خطہ میں روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔ اس صورت حال کا ایک رخ علاقائی ہے کہ مشرق وسطیٰ میں قیادت کے لیے ایران اور سعودی عرب کی واضح طور پر نظر آنے والی کشمکش

میں ایران کا پلڑا بھاری ہوتا جا رہا ہے اور چھ بڑی طاقتوں کے ساتھ ایٹمی معاہدہ کے بعد ایران اپنے عالمی ایجنڈے کو سردست موقوف کرتے ہوئے اپنے مشرق وسطیٰ والے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے فارغ ہو گیا ہے۔ اور اقتصادی پابندیاں ہٹنے کے بعد اس کی معیشت کے مضبوط و مستحکم ہونے سے اس کے مواقع بھی اسے پہلے سے کہیں زیادہ میسر آنے والے ہیں۔ جبکہ اس معاہدہ کو اگر مشرق وسطیٰ کے بارے میں ان چھ بڑے ملکوں کی پالیسی اور کردار میں نئے رجحانات کا پیش خیمہ سمجھا جائے تو خلیجی تعاون تنظیم کی طرف سے جس تشویش کا اظہار کیا گیا ہے اس کی سنگینی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

جبکہ اس معروضی تناظر کا ایک دوسرا رخ بھی ہے جسے مسلکی منظر میں ممکنہ تبدیلیوں کا باعث سمجھا جا سکتا ہے کہ مشرق وسطیٰ میں اہل سنت اور اہل تشیع کی کشمکش ایک نئے راؤنڈ میں داخل ہو رہی ہے۔ ہمارے بعض دوست اس سنی شیعہ کشمکش کی موجودگی سے انکاری ہیں جو ہمارے خیال میں شتر مرغ کی طرح صحرا میں طوفان آتا دیکھ کر ریت میں سر دبا لینے کے مترادف ہے، یا کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینے کی طرح ہے۔ اس لیے کہ اگر عراق، لبنان، شام اور یمن میں ایک عرصہ سے جاری کشمکش اب سعودی عرب اور بحرین کا رخ کرتی ہے تو حرمین شریفین کو درپیش خطرات و خدشات کو غیر حقیقی قرار دینے اور وحدت امت کے نام پر اسے نظر انداز کر دینے کا کوئی جواز اور موقع باقی نہیں رہے گا۔ مشرق وسطیٰ کی تیزی سے بدلتی ہوئی صورت حال کا یہی وہ اہم ترین پہلو ہے جس کی طرف ہم اہل سنت کی دینی و سیاسی دانش کو توجہ دلانے کی ایک عرصہ سے کوشش کر رہے ہیں۔ مگر وہاں تو ''ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم'' کا منظر دکھائی دے رہا ہے۔ اللہ پاک ہمارے حال پر رحم فرمائے، آمین یارب العالمین۔

☆......☆......☆

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (دوسری وآخری قسط)

# قیامت کے دن ہر انسان اپنے امام کے ساتھ ہوگا

## بہشت میں پہنچانے والے امام:

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْۤ اِسْرَآئِيْلَ o وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ. [سورۃ السجدہ ع۳، پ ۲۱]

ترجمہ: اور البتہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی۔ پھر آپ اس کے ملنے میں شک نہ کریں اور ہم نے ہی اسے بنی اسرائیل کے لیے راہنما بنایا تھا۔ اور ہم نے ان میں سے امام بنائے تھے۔ جو ہمارے حکم سے راہ نمائی کرتے تھے جب انھوں نے صبر کیا تھا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین بھی رکھتے تھے۔

## بنی اسرائیل میں ائمہ ہدایت کا پیدا ہونا:

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل میں بھی صحیح راہ نمائی کرنے والے امام پیدا کیے تھے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ مذکورۃ الصدر آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ ''یعنی مسلمان اللہ کے وعدوں پر یقین رکھیں اور سختیوں پر صبر کر کے اپنے کام پر جمے رہیں۔ تو ان کے ساتھ بھی خدا کا یہی معاملہ ہوگا۔ چنانچہ ہوا اور خوب ہوا۔

## اپنے متبعین کو دوزخ میں لے جانے والے امام:

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِی الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ o فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْيَمِّ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ o وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ o وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ. [سورۃ القصص ع۴ پ ۲۰]

ترجمہ: اور اس (فرعون) نے اور اس کے لشکروں نے ملک میں ناحق تکبر کیا۔ اور خیال کیا کہ وہ ہماری طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ پھر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا۔ پھر انھیں دریا میں پھینک دیا۔ سو دیکھ لو۔ ظالموں کا کیا انجام ہوا۔ اور ہم نے انھیں امام بنایا۔ وہ دوزخ کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن انھیں مدد نہیں ملے گی اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور وہ قیامت کے دن بھی بدحالوں میں ہونگے۔

حاصل یہ نکلا کہ فرعون اور اس کے لشکر والے لوگوں کے امام بن کر انھیں دوزخ کی طرف بلاتے تھے۔ چنانچہ

ان ظالموں کا دنیا میں کیسا برا انجام ہوا۔ اوران گمراہی کے ائمہ پر دنیا میں بھی لعنت پڑی اور علاوہ اس کے قیامت کے دن زبوں حال ہونگے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍo كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ [سورۃ الحج، ع۱، پ۱۷]

ترجمہ: اور بعض وہ لوگ ہیں جو اللہ کے معاملہ میں بے سمجھی سے جھگڑتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے کہنے پر چلتے ہیں جس کے حق میں لکھا جاچکا ہے کہ جو اسے یار بنائے گا تو وہ اسے گمراہ کر کے رہے گا۔ اور اسے دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا۔

یعنی بعض آدمی شیطانوں کی راہنمائی کے مطابق چلتے ہیں۔ حالانکہ شیطان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ جو شخص بھی اس کے ساتھ دوستی رکھے گا تو وہ اسے گمراہ کردے گا۔ اور اسے دوزخ کا راستہ دکھائے گا۔

## ایک خدشہ اوراس کا جواب:

اگر کسی کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہو کہ شیطان تو انسان کو نظر نہیں آتا تو پھر وہ انسان کو گمراہ کس طرح کرسکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شیطانوں کی دو قسمیں ہیں۔ بعض انسان بظاہر تو انسان نظر آتے ہیں۔ مگر اندر کے حالات کے لحاظ سے بالکل شیطان ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی آخری سورت (سورت الناس) کے آخری لفظ کا یہی ترجمہ ہے۔ کہ بعض انسان بالکل صحیح معنی میں شیطان ہوتے ہیں۔ ہاں انسانوں کی طرح جنوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں۔ (سارے نہیں کیونکہ جنوں میں بعض صحابہ کرام بھی تھے۔ اوران میں سے بعض اللہ تعالیٰ کے بڑے نیک بندے خدا پرست۔ خدا ترس۔ شریف الطبع وغیرہ صفات حمیدہ سے متصف بھی ہوتے ہیں) جنوں میں سے جو شیطان ہوتے ہیں۔ وہ انسان کے دل میں (برائی اور بے راہ روی کا) خیال ڈال دیتے ہیں۔ ان کی راہنمائی کے مطابق انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اس کام میں میری عقل راہنمائی کررہی ہے۔ حالانکہ یہ خیال غلط ہوتا ہے۔ بلکہ وہ غلط راستہ شیطان کی طرف سے دل میں القاء شدہ ہوتا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایسے درجے والے بھی ہوتے ہیں جو شیطانوں کے القاء کو بھانپ جاتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ. [سورۃ الاعراف، ع۲۴، پ۹]

ترجمہ: بیشک جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں جب انھیں کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں۔ پھر اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں"پہلے (گزشتہ آیت میں) تو تنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب تھا۔گو حکم استعاذہ میں سب شامل تھے۔اب عام متقین (خداترس پرہیزگاروں) کا حال بیان فرماتے ہیں یعنی عام متقین کے حق میں یہ مجال نہیں کہ شیطان کا گزران کی طرف ہو۔اور کوئی چرکہ لگا جائے۔البتہ متقین کی شان یہ ہوتی ہے۔ کہ شیطان کے اغوا سے ممتد غفلت میں نہیں پڑتے۔ بلکہ ذرا غفلت ہوئی اور خدا کو یاد کر کے چونک پڑے۔ٹھوکر لگی اور معاً سنبھل گئے۔سنبھلتے ہی آنکھیں کھل گئیں۔غفلت کا پردہ اٹھ گیا۔نیکی بدی کا انجام سامنے نظر آنے لگا اور بہت جلد نازیبا کام رک گئے۔باقی غیر متقین (جن کے دل میں خدا کا ڈر نہ ہو اور جنھیں شیطان کی برادری کہنا چاہیے ان کا حال یہ ہے کہ شیاطین ہمیشہ انھیں گمراہی میں کھینچے چلے جاتے ہیں اور رگیدنے میں ذرا کمی نہیں کرتے ادھر یہ لوگ ان کی اقتداو پیروی میں کوتاہی نہیں کرتے اور اس طرح ان شیاطین کے غرور وسرکشی کو اور زیادہ بڑھاتے رہتے ہیں۔بہر حال متقی کی شان یہ ہے کہ جب شیطان دق کرے فوراً خدا سے پناہ مانگے دیر نہ کرے ورنہ غفلت میں عادی ہو کر رجوع الی اللہ کی توفیق بھی نہیں رہے گی۔

جس طرح بہشت میں پہنچانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حق پرست علماء کرام (جو فقط کتاب وسنت کی روشنی میں خود چلتے ہیں۔اور مسلمانوں کی رہنمائی بھی اسی ضابطہ کے ماتحت کرتے ہیں) ان سے اوپر صحابہ کرام، ان سے اوپر رحمتہ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام،ان سے اوپر حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔بعینہ اسی طرح قیامت تک پیدا ہونے والی نسل انسانی کے لیے ابلیس کے نائبین مخلوق خدا کو گمراہ کرتے رہیں گے۔اگر چہ ابلیس لعین کا سلسلہ بھی آدم علیہ السلام کے دنیا میں آنے کے وقت سے ہی چلا آرہا ہے۔مگر آج کل کے زمانہ کے لحاظ سے یوں تعبیر کیا جائے گا۔کہ آج کل بھی شیاطین الانس والجن اللہ تعالیٰ کی کتاب پاک (قرآن مجید) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہٹا کر کچھ اور ہی قسم کا خود ساختہ دین لوگوں کو سکھائینگے اور اسی کو دن رات پھیلائیں گے۔اور ہمیشہ کتاب وسنت کی روشنی میں صحیح راہنمائی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے بندوں کی توہین وتذلیل کرتے رہیں گے۔(جس طرح دشمنان اسلام رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے تھے) اور جس طرح حق پرستوں کے سلسلہ کی کڑی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جا پہنچی ہے۔اور اس سے اوپر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تک جا پہنچتی ہے۔اسی طرح شیاطین الانس والجن کے سلسلہ کی آخری کڑی ابلیس لعین تک جا پہنچتی ہے۔علاوہ اپنے نمائندوں کے وہ خود بھی قیامت تک زندہ رہے گا۔

شیطان کے نمائندوں کا روزانہ فساد پھیلانے کے لیے دنیا میں جانا:

**عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ابلیس یضع عرشه علی الما ثم**

**یبعث سرایاہ یفتنون الناس فادناھم منہ منزلۃ اعظمھم فتنۃ یجی احد ھم فیقول فعلت کذا وکذافیقول ماصنعت شیاقال ثم یجی احد ھم فیقول ماترکتہ حتیٰ فرقت بینہ وبین امراتہٖ قال فیدنیہ منہ ویقول نعم انت قال الاعمش اراہ قال فیلتزمہ** [رواہ مسلم]

ترجمہ: جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے پھر اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے تاکہ لوگوں کو گمراہ کریں پھر اس شیطان کے سب سے قریب ان میں سے مرتبہ کے لحاظ سے وہ ہوتا ہے جو فتنہ پردازی کے لحاظ سے ان میں سے سب سے زیادہ ہو، ان میں سے ایک شیطان کے پاس آتا ہے پھر وہ کہتا ہے کہ میں نے اس طرح، اس طرح کیا ہے۔ پھر (شیطان) کہتا ہے تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ان میں سے ایک آتا ہے، کہتا ہے میں نے اس شخص کو چھوڑا ہی نہیں۔ یہاں تک کہ میں نے اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈلوادی (یعنی طلاق دلوادی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر وہ شیطان اس کو اپنے سے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم بہت اچھے آدمی ہو۔ اعمش (راوی) کہتا ہے۔ مجھے یہ بھی خیال آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر وہ شیطان اسے اپنے گلے لگالیتا ہے۔

## قیامت کے دن شیطان کا اپنے فرماں برداروں سے بیزاری کا اعلان اور انہیں مجرم قرار دینا:

وَ قَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰہَ وَعَدَکُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّکُمْ فَاَخْلَفْتُکُمْ وَ مَا کَانَ لِیَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُکُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَ لُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِکُمْ وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ اِنِّیْ کَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ. [سورہ ابراہیم، ع۴، پ۱۳]

ترجمہ: اور جب فیصلہ ہو چکے گا۔ تو شیطان کہے گا کہ بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا۔ میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا۔ پھر میں نے وعدہ خلافی کی اور میرا تم پر اس کے سوا کوئی زور نہ تھا۔ کہ میں نے تمہیں بلایا۔ پھر تم نے میری بات کو مان لیا۔ پھر مجھے الزام نہ دو اور اپنے آپ کو الزام دو نہ میں تمہارا فریادرس ہوں اور نہ تم میرے فریادرس ہو۔ میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ تم اس سے پہلے مجھے شریک (خدا) بناتے تھے۔ بیشک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

یعنی شیطان لعین جو روزِ ازل سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو گمراہ کرنے کا ٹھیکہ لے کر آیا تھا اور اسی اعلان کی بنا پر ہر دور میں کروڑہا انسانوں کو گمراہ کرتا رہا۔ اور آج اپنے آپ کو بری الذمہ بنا کر اپنے گمراہ ہونے والے یاروں کو مجرم بنا رہا ہے کہ میرا تم پر زور تو کوئی نہیں تھا۔ البتہ یہ ہوتا رہا کہ میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے آواز دی۔ اور تم میری آواز پر اس گناہ کے کام میں شریک ہونے کے لیے اٹھ دوڑے۔ اب سوچو کہ قصور میرا ہے یا تمہارا۔

میں نے سینما والوں سے اعلان کروایا کہ آج رات فلاں سینما میں یہ دکھایا جائے گا۔ ''شادی کی پہلی رات''، بس تم مردوزن اٹھ دوڑے۔

میں نے اتنا ہی اپنے دوستوں سے اعلان کرایا تھا کہ فلاں چودھری کے بیٹے کی شادی پر آج رات کو فلاں رنڈی کا گانا اور ناچ ہوگا۔ اور تم اٹھ دوڑے۔

میں نے اپنے دوستوں، سینما والوں سے اتنا ہی لکھوا کر شہر میں دن کو اعلان کرادیا تھا ''دوگھڑی کی موج''، اور میرے دوستو تم رات کو اٹھ دوڑے۔ پھر رات کو جاگ کر نیند بھی گنوائی ٹکٹ خرید کرنے میں دن کی حلال کمائی حرام میں گنوائی۔ تم ہی انصاف کرو کہ قصور میرا ہے یا تمہارا...... کیا میں نے تمہیں مجبور کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ کر میرا حکم مانو؟

میرے دوستو آج میں تمہارے کام نہیں آسکتا اور تم میرے کام نہیں آسکتے، آج تو ہم سب کو دوزخ میں جانا ہی پڑے گا۔

### اے موجودہ دور کے انسانو!

گزشتہ ساری معروضات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اخروی سے بچنے کی فقط ایک ہی تدبیر ہے کہ کتاب الٰہی (قرآن مجید) کو اپنی زندگی کا دستور العمل مان لو۔ اور اس دستور العمل پر عمل کرنے کے لیے سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے لیے نمونہ بنالو۔ جو شخص اس دستور العمل پر خود چلے اور ہمیں چلائے وہ ہمارا ہادی اور ہمارا خیرخواہ ہے ایسے حضرات کی فرماں برداری ہمارے لیے دنیا اور آخرت دونوں جگہ رحمت ہی رحمت ہے۔

اور جو شخص اس پروگرام سے ہٹا ہوا ہو، خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ خواہ وہ عالمانہ بھیس میں آئے یا فقیری بھیس میں آئے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ اور ہمیں ان کے شر سے بچائے۔ **آمین یا اللہ العالمین وماعلینا الا البلاغ وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد.**

(خطبۂ جمعہ، ۲۴؍ ذیقعد ۱۳۷۷ھ / مطابق ۱۳؍ جون ۱۹۵۸ء)

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

# صحابیت اور احتیاط کا پہلو

آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی گنتی کسی اعداد وشمار کے بس کا روگ نہیں بقول حضرت کمتر پپلانوی رحمتہ اللہ علیہ

جیہڑے آندے گئے نیڑے باہندے گئے

کئی ایسے خوش نصیب ہیں جو آئے شہادتین کا اقرار کیا، غازیوں میں شامل ہوئے اور عروس شہادت کو گلے لگالیا، نہ نماز، نہ زکواۃ، نہ روزہ، نہ حج عَمِلَ قَلیلاً وَّاُجِر کثیراً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل تو کم ہے مگر اجرت بہت زیادہ۔ علمائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جس کسی نے بھی نبی علیہ السلام کو دیکھ لیا، ایمان کے ساتھ وفات پائی یا نبی علیہ السلام نے اسے دیکھ لیا اور اس نے ایمان پر وفات پائی اب وہ ''اصحابی (میرے صحابہ)'' میں شامل ہوگیا۔ جس نے اسے یائے متکلم کے ساتھ پہچان لیا وہ بھی خوش نصیب ہے۔ یہاں نام کا کوئی تعلق نہیں، خاندان کا کوئی تعلق نہیں، علاقہ اور زبان کا کوئی امتیاز نہیں۔ بس ''اصحابی'' میرے صحابہ! بلال حبشہ سے غلام بن کر آیا ہے اسے مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا جارہا ہے۔ مگر وہ کلمہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چھوڑتا۔ بالآخر موذن رسول بنا ہے۔ وہ دیکھو زِنّیرہ کی آنکھیں نکالی جاری ہیں۔ وہ دیکھو ایک باندی کو دو اونٹوں کے ساتھ باندھ کر مخالف سمت میں اونٹ دوڑا دیے جاتے ہیں، وہ اللہ کی بندی کلمہ نہیں چھوڑتی، شہید اوّل کا لقب پا جاتی ہے۔ سُمَیّہ شہید ہو جاتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِصبِرُوْا آلَ یَاسِر فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّۃ اے یاسر اور اس کے بیوی بچو! اک ذرا صبر جنت تمہارے ہی لیے بنی ہے۔ (اوکما قال) ایک اور غلام پر ظلم کیا جارہا ہے۔ اوّل المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دیکھ کر برداشت نہیں کر پاتے زر کثیر دے کر کتنے ہی غلاموں کو خرید لیتے ہیں۔ عامر بن فُہیرہ ہجرت کی راتوں میں خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھاگ دوڑ کرتے نظر آتے ہیں۔ خباب بن ارت کی پیٹھ سے کپڑا اٹھتے ہی ابن خطاب حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔ اے خباب! ایسی پیٹھ تو کسی کی دیکھی نہیں۔ عرض کرتے ہیں ''امیر المومنین میں نے جب اسلام میں سبقت کی تو مشرکین مکہ مجھے جلتے انگاروں پر لٹا دیتے۔ ''محمد کو چھوڑ دو یا ایسے ہی آگ پر جل جاؤ گے'' مگر امیر المومنین میں نے جلنا قبول کیا، ان کی سزاؤں کو قبول کیا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمے کو نہیں چھوڑا۔ صہیب گورے رنگ کے ہیں مگر غلام ہیں اسلام لاکر سخت مظالم برداشت کیے۔ اسلام پر بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل کے حکمران مُراد رسول امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شہادت کے وقت انھی صہیب کو خلافت کمیٹی کے فیصلے تک امت کا امام اور مصلی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث بنا دیتے ہیں۔ وہ دیکھو ایک اور جویائے حق فارس سے چلتا ہے۔ اسے آخری نبی کی تلاش ہے وہ کئی راہبوں اور عیسائی علما سے سن چکا ہے کہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا وقت ہو چکا ہے اور وہ عرب سرزمین پر کسی کھجوروں والی بستی میں آئیں گے۔ سلمان بھوک پیاس برداشت کرتے سفروں پر سفر کرتے رستے میں لٹتا ہے، غلام بنتا ہے لیکن اسی غلامی کی حالت میں جب وہ آنکھیں کھول کر اپنے قرب وجوار کو دیکھتا ہے تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی وہ کھجوروں

کے دیس میں پہنچ چکا ہے۔ وہ خوش ہے کہ جلدی ہی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کرے گا۔ پھر خود آقا ہی اس کا زرِفدیہ ادا فرماتے اور تین سو درخت کھجوروں کے خود اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے مبارک و مسعود ہاتھوں سے لگوا کر اس کو آزاد کرواتے ہیں۔ غلاموں باندیوں سے پوچھا جاتا ہے تم کون ہو، کس خاندان سے ہو، کس کے بیٹے ہو، وہ کیوں کسی کافر کو اپنا باپ بتائیں؟ وہ کہتے نظر آتے ہیں۔ اَبِی الاِسْلَامُ لَا اَبَ لِی سِوَاہُ۔ ہمارا باپ اسلام ہے، اسلام کے سوا ہمارا کوئی باپ نہیں۔ حارثی فہری قریشی خاندان کے معزز و محترم سردار عامر ابوعبیدہ سے باپ کا نام پوچھا جاتا ہے۔ وہ اپنے مشرک باپ کو غزوہ بدر میں بدستِ خود قتل کر چکے ہیں۔ وہ اس عبداللہ کا نام نہیں لیتے آج بھی اہل علم اور علماء حضرات اس کو ابوعبیدہ بن عبداللہ نہیں، دادا کے نام سے ابوعبیدۃ ابن الجراح کے نام سے شناخت کرتے ہیں۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی　　　　که دریں راه فلاں ابن فلاں چیزے نیست

ہم اگر یوں کہیں کہ مومن اوّل خلیفہ بلافصل امام الصحابہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر ایمان قبول کرنے والے آخری صحابی حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ تک یا حضرت وحشی تک یا کوئی بھی جو سب سے آخر میں ایمان لایا اور اس نے خاتم المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لی اور اسی ایمان ہی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوا تو اب فرمان فیض نشان سید الانس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام ''اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر (جو میلوں پر پھیلا ہوا ہے) سونا اللہ کی راہ میں نہایت خلوص نیت کے ساتھ صدقہ کردے تو وہ میرے ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے ایک مُد جو، یا نصف مُد کے برابر بھی ہرگز نہیں ہوسکتا (اوکمال قال) اور یہ عظمت یائے متکلم کی ہے ''میرے صحابہ''......

صحبت رسول کا تاج جس کسی کے سر پر سج گیا وہ تمام منازل و مراتب کی معراج پر پہنچ گیا۔

تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا　　　　میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

ہم نہیں جانتے، کوئی نہیں جانتا، کتنے ہی خوش نصیب صحابی بنے مگر چند ہزار اصحاب رسول کے نام معلوم ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار خوش نصیبوں میں سے باقی کون کون ہیں؟ مطلقاً ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو بھی کوئی اصحابِ رسول ہیں ''**الصحابۃ کلھم عدول**'' وہ سب عدول ہیں، وہ سب **من احبھم فبحبی احبھم و من ابغضھم فببغضی ابغضھم** جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا گویا اس کے سینے میں میرا بغض ہے تو ان سے بغض رکھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی صحابی خواہ وہ صحابہ کے آخری درجے میں ہے کے بارے میں اپنا دل صاف رکھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے ان سے محبت کریں۔ بقول علامہ سید نورالحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ ''قیامت کے دن صحابہ اپنے اعمال کی بنیاد پر نہیں، نسبتِ صحابیت کی بنیاد پر تولے جائیں گے اور نسبت کا پلڑا بھاری ہوگا۔ جب کہ باقی امت اپنے اعمال کی بنیاد پر تولی جائے گی۔'' حضرت عثمان کے داماد اور حضرت علی کی دو بیٹیوں کے سُسر جناب مروان بن حکم رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ان کے باپ حضرت عثمان کے چچا حکم بن ابی العاص صحابی ہیں۔ اگرچہ ایک بڑی جماعت کے نزدیک مروان صغار صحابہ میں شمار ہوتے ہیں (البدایہ ص ۲۵۸/ج ۸) احتیاط کا پہلو کیا ہے؟ ہم آج ہی سوچ لیں، پہلے اس سے کہ حشر کے میدان میں ہمارا دامن ہو اور اصحابِ رسول کا ہاتھ، وہاں اس معاملے میں معافی نہیں ملے گی۔

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی:　　　　(قسط:۲)

# قدح مروان رضی اللہ عنہ میں وارد روایات کا تجزیہ

مولانا سید احمد رضا بجنوری صاحب بحوالہ حافظ ابن حجر حدیث ''هلاک امتی علیٰ یدی أ غیلمة سفها ء'' کے تحت لکھتے ہیں کہ: ''بہت سی احادیث حکم اور اس کی اولاد کے ملعون ہونے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جن کی تخریج طبرانی وغیرہ نے کی ہے۔ ان میں زیادہ تو محل نظر ہیں مگر بعض جید بھی ہیں۔''

[انوار الباری شرح صحیح البخاری۔ جلد ۱۷۔ ص ۱۹۴]

مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (م ۱۲۹۷ھ) نے بھی حدیث ''هلاک امتی'' کے تحت طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: ''وقدوردت أحادیث فی لعن الحکم والد مروان وماولد اخر جهاالطبرانی وغیره''

[صحیح بخاری. الجزء الثانی ص ۲۴۶م حاشیه نمبر ۳، کتاب الفتن باب قول النبی صلی الله علیه وسلم هلاک امتنی علیٰ یدی أ غیلمه سفهاء]

احادیث میں حکم والد مروان اور اس کی اولاد پر لعنت وارد ہے۔ طبرانی اور دوسرے محدثین نے ان کی تخریج کی ہے۔

اس طرح علامہ ابن حجر عسقلانی، مولانا احمد علی سہارنپوری اور مولانا احمد رضا بجنوری صاحب نے حدیث ''هلاک امتی ......'' کے تحت حضرت حکم اور حضرت مروان رضی اللہ عنہما کو ''ملعون'' تسلیم کرتے ہوئے ان کی اولاد کو بھی امت کی ہلاکت کا باعث قرار دیا ہے۔ ان حضرات نے جس حدیث کے تحت یہ مؤقف اختیار کیا ہے اس میں کسی کے نام کا اشارتاً بھی کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔ ملاحظہ فرمائیں:

عمرو بن یحییٰ روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے دادا سعید بن عمرو بن سعید نے بتایا کہ: ''کنت جالساً مع ابی هریرة فی مسجد النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم بالمدینه ومعنا مروان قال أبوهریرة :سمعت الصادق المصدوق یقول: هلكة أمتی علیٰ یدی غلمة من قریش. فقال مروان:

لعنة اللّٰه علیهم غلمة فقال أبو هریرة : لوشئت ان أقول، بنی فلان، بنی فلان لفعلت''

فكنت أخرج مع جدی الیٰ بنی مروان حین ملكوا بالشام فاذا رأ هم غلمانا أحد اثاقال لنا عسیٰ هؤ لاء أ ن یكونوا منهم. قلناأنت أعلم.

[صحیح بخاری کتاب الفتن ،باب قول النبی صلی الله علیه وسلم هلک أمتی علیٰ یدی أ غیلمة سفهاء، رقم الحدیث ۷۰۵۸]

میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا اس وقت مروان رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: میں نے صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں میری امت کی تباہی ہوگی۔ حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی لعنت ہو ایسے لڑکوں پر۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اگر میں چاہوں تو ان کے نام بیان کر دوں، فلاں کے بیٹے اور فلاں کے بیٹے۔

عمرو بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں اپنے دادا کے ساتھ مروان رضی اللہ عنہ کی اولاد کے پاس جایا کرتا تھا جب وہ شام کے حاکم بن گئے تھے تو میرے دادا نے ان کے کم عمر لڑکوں کو دیکھ کر کہا: شاید یہ لڑکے ہی اس حدیث کا مصداق ہوں۔ ہم نے کہا: آپ زیادہ جانتے ہیں۔

یہ ہے وہ حدیث جس کی تشریح میں شارحین نے بڑے قصے اور کہانیاں وضع کی ہیں جن کی بناء پر بعض حضرات نے یزید کو اور بعض نے حضرت مروان رضی اللہ عنہ اور حضرت حکم رضی اللہ عنہ کو ''ملعون'' ثابت کرنے کے ساتھ آلِ مروان کو بھی زیرِ بحث حدیث کا مصداق قرار دے دیا۔

محدث کبیر مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی صاحب فرماتے ہیں کہ: ''جس بات کی کسی حدیث میں تصریح نہ ہو اور شارحین حدیث اپنے اپنے علم کے مطابق قرائن کی بنا پر حدیث کا محمل متعین کرنے کی کوشش کریں تو شارحین کے بیان کردہ محامل کو حدیث کا درجہ نہیں دیا جاتا اور منقولہ بالا حدیث میں صراحتاً یا اشارتاً کوئی تعین ان چھوکروں کی نہیں ہے۔ اب اگر کسی قرینہ کی بناء پر کسی عالم نے یہ لکھ دیا کہ اس میں یزید کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے تو اس بنیاد پر یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ حدیث میں یزید کے ہاتھوں سے امت کی بربادی کی پیش گوئی کی گئی ہے۔

زیادہ واضح لفظوں میں یہ کہ چند غیر متعین قریشی لڑکوں کے ہاتھوں امت کی بربادی کی خبر کو تو حق تسلیم کرنا اور اس پر آمنا وصدقنا کہنا ضروری ہے لیکن یہ تسلیم کرنا کہ ان لڑکوں میں یزید بھی داخل ہے قطعاً ضروری نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس کی تصریح حدیث میں نہیں ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ شرح احادیث میں جو احتمالات محدثین ذکر کرتے ہیں ان کو قطع وجزم کے صیغے سے بیان کرنا علمی دیانت کے سراسر خلاف ہے اسی طرح ان کی بنیاد پر حدیث کی کوئی مراد جزم کے ساتھ بیان کرنا یا ان احتمالات کو حدیث کے ساتھ جوڑ کر یہ کہہ دینا کہ حدیث کا یہ مضمون ہے ہمارے نزدیک مَن یقل علیّ مالم أقله کا مستحق بنتا ہے۔

[حیات ابوالمآثر جلد ثانی ص ۳۶۳، مؤلفہ ڈاکٹر مسعود احمد الاعظمی، مطبوعہ مرکز تحقیقات وخدمات علمیہ الھند]

جہاں تک حضرت مروان رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو وہ بوجوہ زیرِ بحث حدیث کا مصداق نہیں ہو سکتے:

اَوّلاً! حضرت مروان رضی اللہ عنہ پر لفظ ''غلمة'' کا اطلاق لغوی طور پر بھی نہیں ہوتا کیونکہ منصبِ خلافت پر

فائز ہوتے وقت ان کی عمر تقریباً ۶۲/سال تھی۔

ثانیاً: حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث کے لفظ ''غلمة '' کو ''سفاہت'' ضعیف العقل، ضعیف التدبیر اور ضعیف الدین'' سے جو تعبیر کیا ہے تو حضرت مروان رضی اللہ عنہ پر ان میں سے کسی بھی تعبیر کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ دوسری روایات میں یہ حدیث بلفظ ''غلمة سفهاء'' وارد ہوئی ہے اور خود امام بخاری نے ''ترجمۃ الباب'' میں اس کی طرف اشارہ کردیا ہے۔ نیز حضرت مروان رضی اللہ عنہ کو تو کسی بدترین دشمن نے بھی ''ضعیف العقل اور ضعیف التدبیر'' قرار نہیں دیا ہے۔

ثانیاً! جس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث مسجد نبوی میں بیٹھ کر سنائی تھی اس وقت حضرت مروان رضی اللہ عنہ ان کے پاس نہ صرف موجود تھے بلکہ وہ اس وقت گورنر تھے۔ ان کی امت مسلمہ کے ساتھ محبت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ انھوں نے خاندانِ قریش کے ایک معزز اور ذمہ دار فرد ہونے کے باوجود کسی تعصب اور جانب داری کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ قریشی نوخیز لڑکوں کے ہاتھوں امت کی تباہی کی حدیث سنتے ہی فرمایا:

''لعنة الله عليهم غلمة'' کہ ان قریشی لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) نے حضرت مروان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس کی یہ توجیہہ فرمائی کہ ''اللہ تعالیٰ نے مروان کے خلاف حجت قائم کرنے کی غرض سے قریشی لڑکوں پر لعنت کے الفاظ ادا کرائے ہیں''

حافظ صاحب کے ہم فکر جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کے سابق استاد حدیث مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''مروان کا مفسد لونڈوں پر لعنت کرنا''

نیز اس باب کے ختم پر حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو ''تنبیہ'' فرمائی ہے وہ بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:

**تنبيه: يتعجب من لعن مروان الغلمة المذكورين مع أن الظاهرأ نهم من ولده فكان الله تعالىٰ أجرى ذالک علىٰ لسانه ليكون أشدفى الحجة عليهم لعلهم يتعظون.**

**وقدوردت أحاديث فى لعن الحكم والد مروان وما ولد أخرجها الطبرانى وغيره غالبها فيه مقال وبعفها جيد ولعل المراد تخصيص الغلمة المذكورين بذالک:**

تنبیہ: تعجب ہوتا ہے کہ مروان نے ان مذکورہ لونڈوں پر لعنت کی حالانکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ اس کی اولاد ہی میں ہوئے ہیں۔ پس گویا حق تعالیٰ شانہ نے یہ بات اس کی زبان سے کہلوادی تاکہ ان لونڈوں پر سخت حجت قائم ہوجائے اور شاید اس بات سے وہ کچھ نصیحت پکڑیں۔ اور ہاں مروان کے باپ حکم اور اس کی اولاد پر حدیثوں میں لعنت وارد ہوئی ہے۔ ان حدیثوں کو طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ جن میں سے اکثر روایات میں گفتگو کی گنجائش ہے مگر ان میں سے بعض

روایات جید بھی ہیں اور غالباً لعنت ان ہی لونڈوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۷ھ) نے بھی حافظ ابن حجر کی پیروی کرتے ہوئے زیرِ بحث حدیث کی تشریح میں بعینہ یہی بات لکھی ہے۔ مگر اس میں صرف یہ تبدیلی کی کہ ''تنبیہ'' اور ''یتعجب'' کی بجائے ''والعجب'' سے شروع کیا۔ اسی طرح آخر میں حضرت حکم رضی اللہ عنہ والدمروان رضی اللہ عنہ اوران کی اولاد پر لعنت سے متعلق طبرانی وغیرہ کی اکثر احادیث کو جنھیں حافظ ابن حجر نے محل نظر قرار دیا تھا، حضرت محدث سہارنپوری نے اپنے قارئین کو اس بحث کی زحمت سے بچالیا کہ کون سی احادیث محل نظر ہیں اور کون سی جید بلکہ یہ تأثر دیا کہ جن (یعنی حضرت حکم رضی اللہ عنہ اوران کی اولاد) کے بارے میں یہ احادیث وارد ہوئی ہیں ان پر لعنت ثابت ہے۔ حالانکہ زیرِ بحث حدیث کی تشریح میں ان احادیث کے ذکر کا سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں بنتا کیونکہ خود حضرت مروان رضی اللہ عنہ امت کی ہلاکت کے باعث بننے والے قریشی لڑکوں پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ یہ حضرات کیوں حضرت حکم رضی اللہ عنہ اوران کی اولاد حضرت مروان رضی اللہ عنہ وغیرہ کو لعنت کا مستحق قرار دے رہے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب مسجد نبوی میں حدیث ''**ھلکة امتی علیٰ یدی غلمة من قریش ......**'' سنائی تھی اس وقت حضرت مروان رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ جبکہ حضرت حکم رضی اللہ عنہ ۳۲ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پاچکے تھے لہٰذا حضرت حکم رضی اللہ عنہ زیرِ بحث حدیث کا مصداق کس طرح ہو سکتے ہیں؟

علاوہ ازیں حضرت حکم رضی اللہ عنہ پر نہ تو ''**غلمة**'' کا اطلاق ہوتا ہے اور نہ ہی انھوں نے کبھی امارت وخلافت کے فرائض سرانجام دیئے تھے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اور مولانا عبدالرشید نعمانی جن احادیث کو جید قرار دے کر ان پر لعنت ثابت کر رہے ہیں تو ان کی اکثر روایات کی طرح بعض ''جید'' بھی یقیناً محل نظر ہیں اس پر مفصل بحث پہلی قسط میں گذر چکی ہے۔

مزید برآں حضرت حکم رضی اللہ عنہ بالاتفاق صحابی ہیں۔ ان کی توہین وتنقیص اوران پر طعن وتشنیع از روئے کتاب وسنت حرام ہے۔ حافظ ابن حجر، مولانا احمد علی سہارنپوری اور مولانا عبدالرشید نعمانی کو حضرت مروان رضی اللہ عنہ کا قریشی لڑکوں پر لعنت کرنے کی وجہ سے تعجب ہو رہا ہے۔ انصاف اور حق کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں ان کے اس بالکل بے موقع وبے محل اور موضوع روایات کے ذریعے حضرت حکم رضی اللہ عنہ اوران کی اولاد کو ملعون کہنے پر سخت تعجب ہو رہا ہے۔

صحیح بخاری کی زیرِ بحث حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ ''میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی'' جسے سن کر حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''**لعنة الله علیهم غلمة**'' موصوف کا یہ قول حدیث اور امت مسلمہ کے ساتھ ان کی سچی محبت کی عظیم دلیل ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فقط یہ کہا ہے کہ:

''لو شئت أن أقول بنی فلان، بنی فلان لفعلت'' اگر میں چاہوں تو بتا سکتا ہوں وہ بنی فلاں اور بنی فلاں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تو یہاں کسی کا نام نہیں لیا پھر ''شارحین'' کو کیوں کر معلوم ہو گیا کہ اس سے مراد ''بنی مروان'' ہیں؟

اگر بالفرض ایک ''بنی فلاں'' سے مراد ''بنی مروان'' ہیں تو دوسری مرتبہ ''بنی فلاں'' کہنے سے کس کی اولاد مراد ہوگا؟

ایک دوسری روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ:

''ان شئت أن اسمّیھم بنی فلان وبنی فلان''

[صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، رقم الحدیث ۳۶۰۵]

اگر میں چاہوں تو بنی فلاں اور بنی فلاں کے نام بتا سکتا ہوں۔ مگر اس کے باوجود اس سے متعلق نہ تو ان سے کسی نے اصرار کیا اور نہ ہی انھوں نے ازخود کسی کا نام بتایا۔

حضرت حکم رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت مروان رضی اللہ عنہ بھی زیرِ بحث حدیث کا مصداق نہیں بن سکتے وہ اگرچہ نو ماہ تک سریر آرائے خلافت رہے لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرح ان کی خلافت پر بھی پوری امت نے اتفاق نہیں کیا تھا۔

زیرِ بحث حدیث کے آخر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے سعید بن عمرو نے اپنے شام کے دورے میں جن قریشی لڑکوں کو دیکھ کر یہ رائے قائم کی کہ غالباً یہ وہی لوگ (لڑکے) ہیں جن کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر ہے۔

گویا سعید بن عمرو نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث چالیس ہجری کی دہائی میں سنی تھی اور بنی مروان رضی اللہ عنہ پر اس کا اطلاق ۷۰ھ کے بعد کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ بھی راوی سعید بن عمرو کا بنی مروان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ذاتی ''اختلاف'' ہے کیونکہ خلیفہ عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ اموی نے راوی حدیث سعید کے والد ''عمرو بن سعید اموی'' کو ۷۰ھ میں قتل کرادیا تھا۔ یہ ''عمرو بن سعید'' وہ ہیں جنھیں یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مکہ کا گورنر بنایا گیا تھا۔ یہی وہ گورنر ہیں جن کا ذکر مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے یزیدی کارناموں بالخصوص واقعہ حرہ کے ضمن میں بایں الفاظ فرمایا ہے کہ:

''عمرو بن سعید کا ن والیاعلی المدینہ من جھۃ یزید بن معاویہ ...... وعمرو بن سعید ھٰذا ھو ابن العاص بن امیۃ القرشی الاموی یعرف بالا شدق وملقب بلطیم الشیطان یکنی أبا امیۃ قتلہ عبدالملک بن مروان بعد ان امنہ سنۃ سبعین کما ھو مذکور تفصیلہ فی البدایۃ والنھایۃ لا بن کثیر

فی الجزء الثامن......'' [معارف السنن جلد ۶،ص ۷، تحت باب ماجاء فی حرمة مکة]

عمرو بن سعید مدینہ پر یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ولی بنایا گیا تھا۔ یہ عمرو بن سعید بن العاص ابن امیہ قرشی اموی ہے اور اس کو ''اشدّق'' کے نام سے جانا گیا ہے۔ اس کا لقب لطیم الشیطان ہے اور ابوامیہ اس کی کنیت ہے۔ عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ نے ۷۰ھ میں اس کو امان دینے کے بعد قتل کر دیا تھا جیسا کہ اس کی تفصیل البدایہ والنہایہ کی جلد ۸ میں موجود ہے۔

ایک روایت میں عمرو بن سعید کا صرف نام دیکھ کر ہی علامہ محمد انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''لا یتمسک بقوله هٰذا فانه عامل یزید ویزید فاسق بلاریب''

[العرف الشذی ص ۳۱۱، تحت ابواب الحج]

عمرو بن سعید کے اس قول سے تمسک درست نہیں ہے کہ کیونکہ وہ یزید کا عامل تھا اور یزید بلاشبہ فاسق تھا۔

ہمیں اس دلیل سے اتفاق نہیں کہ وہ چونکہ یزید کا عامل تھا اس لیے اس کے قول سے تمسک نہیں کیا جاسکتا۔ یزید کے عامل تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بھی رہ چکے ہیں۔

بہرحال حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ تصریحات سے اتنی بات تو واضح ہوگئی ہے کہ زیرِ بحث حدیث کے راوی سعید کے والد ابوامیہ عمرو بن سعید بن العاص القرشی الاموی الاشدّق، لطیم الشیطان کو ۷۰ھ میں عبدالملک بن مروان نے قتل کرادیا تھا، حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی زیرِ بحث حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''وأبوه عمرو بن سعید (بن العاص ابن أمیة) هو المعروف بالاشدق قتله عبدالملک بن مروان لماخرج علیه بدمشق بعد السبعین......''

[فتح الباری، جلد ۱۳، ص ۹ تحت کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ: هلاک امتی علیٰ یدی اغیلمة سفهاء]

سخت حیرت ہے کہ زیرِ بحث حدیث کے راوی سعید بن عمرو نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ۴۰ھ کی دہائی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سنی تھی۔ اس کے بعد کربلا، حرہ اور محاصرہ مکہ جیسے ''سانحات'' رونما ہوئے مگر سعید بن عمرو تازہ تازہ سنی ہوئی حدیث کا مصداق متعین نہ کرسکے پھر ۷۰ھ یا اس کے بعد جب ان کے والد عمرو بن سعید، عبدالملک بن مروان کے ہاتھوں قتل ہوگئے تب انھیں امت کو ہلاک کرنے والے قریشی لڑکے یاد آگئے کہ وہ تو یہی بنی مروان ہیں پھر اس روایت میں اس بات کی بھی کوئی تصریح نہیں پائی جاتی کہ راوی سعید بن عمرو نے اپنے پوتے عمرو بن یحییٰ کے ہمراہ بنی مروان میں سے کس کس نوخیز لڑکے کو دیکھا تھا۔

اس کے برعکس صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابی داود میں بارہ خلفاء کے متعلق یہ بشارت دی گئی ہے کہ:

''یکون اثنا عشر أ میراً......لایزال الاسلام عزیزاً الیٰ اثنا عشر خلیفة......،لا یزال هٰذا الدین قائم حتیٰ یکون علیکم اثناعشر خلیفة کلهم تجتمع علیه الامیة......، لایزال هٰذا الدین عزیزاً منیعاًالیٰ اثنا عشر خلیفة.''

[صحیح بخاری کتاب الاحکام رقم الحدیث ۷۲۲۲، صحیح مسلم ، کتاب الامارة باب الناس تبع لقریش ولاخلافة فی قریش الجلدالثانی ص ۱۱۹ ، سنن ابی داؤد کتاب الفتن باب المبلاحه جلد ثانی ص ۲۳۹]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد بارہ امیر ہوں گے وہ سب قریش میں سے ہوں گے اسلام بارہ خلفاء کے دورتک ہمیشہ غالب رہے گا جو سب کے سب قریش میں سے ہوں گے جبکہ سنن ابی داؤد کی روایت میں ''بارہ خلفاء'' کے ساتھ اس بات کی بھی تصریح پائی جاتی ہے کہ ایسے بارہ خلفاء جن پر امت کا اجماع ہو۔

امام طبرانی نے اس حدیث میں یہ الفاظ بھی بیان کیے ہیں کہ ان بارہ خلفاء کو کسی دشمن کی عداوت نقصان نہ پہنچا سکے گی۔

حافظ ابن حجر اور دیگر حضرات صحیح بخاری کی حدیث ''یکون اثنا عشر أ میرا'' کے تحت خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، یزید بن معاویہ، عبدالملک بن مروان، ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز بن مروان، یزید ثانی بن عبدالملک اور ہشام بن عبدالملک (۴۱ھ تا ۱۲۵ھ) ماسوائے معاویہ ثانی بن یزید اور مروان بن حکم رضی اللہ عنہ کو شامل کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

''فتح الباری، جلد ۱۳، ص ۲۱۴، منهاج السنة جلد ۴، ص ۲۰۶، تاریخ الخلفاء اردو للسیوطی ص ۷۵، الصواعق المحرقة لا بن حجر هیتمی ص ۲۱، شرح فقه اکبر لملا علی قاری ص ۸۴،تکمله فتح الملهم جلد ۳، ص ۲۸۴ للشیخ محمد تقی عثمانی ، سیرت النبی صلی الله علیه وسلم مؤلفه سید سلیمان ندوی جلد ۳، ص ۶۰۴''

یہ حضرات تو یزید کے علاوہ صرف بنی مروان میں سے ۶ خلفاء کو حدیث بارہ خلفاء کا مصداق قرار دے رہے ہیں جن پر ''غلمة من قریش'' کا اطلاق نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے دور میں امت ہلاک ہوئی بلکہ ان کی خلافت پر امت متفق و مجتمع تھی اور ان کے دور میں اسلام بھی غالب رہا۔

حدیث ''اثنا عشر خلیفة'' کے علاوہ ایک دوسری حدیث سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ بنوامیہ وبنو مروان کے دور میں ۱۲۰ھ تک اسلام غالب رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

**''تدور رحیٰ الاسلام لخمس وثلاثین اوست وثلاثین اوسبع و ثلاثین فان یھلکوا فسبیل من ھلک و ان یقم لھم دینھم یقم لھم سبعین عاما. قلت: أ ممابقی أو مما مضی ؟قال: ممامضی.''**

**[سنن ابی داود ، مشکوٰۃ المصا بیح کتاب الفتن ص ۴۶۵]**

اسلام کی چکی ۳۵ برس یا ۳۶ برس یا ۳۷ برس تک چلتی رہے گی۔ پھر اگر لوگ ہلاک ہوں (یعنی اختلاف کریں) تو وہ ان کی راہ پر ہوں گے جو ہلاک ہوئے اور اگر ان کا دین باقی رہے تو پھر اس کا سلسلہ ۷۰ برس تک رہے گا۔ میں نے عرض کیا یہ ۷۰ برس ان سالوں سے بعد ہوں گے جن کا ذکر ہوا یا بشمول ان کے؟ فرمایا جو زمانہ گذرا، اس کے بعد سے،

ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بجائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام آیا ہے ملاحظہ ہو۔ **[ازالۃ الخفاء جلد اول تحت مقصد اول فصل چھارم ص ۲۸۶]**

حضرت شاہ ولی اللہ کی تصریح کے مطابق ۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے جہاد کا نظام متاثر ہو گیا تھا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور سے از سرِ نو شروع ہوا۔ اس طرح ۴۱ھ سے ۷۰ برس شمار کیے جائیں تو ۱۱۰ھ میں اور اگر حدیث کے الفاظ ۳۶ برس یا ۳۷ برس کو بھی شامل کیا جائے تو پھر یہ مدت ۱۱۲ھ میں پوری ہوتی ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ ۴۱ھ سے ۱۱۲ھ تک یہ مدت ۷۲ برس جمع کرنے کی صورت میں بنتی ہے جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ اس مدت سے عبدالملک بن مروان کا (۶۵ھ تا ۷۲ھ) آٹھ سالہ غیر متفقہ اور متنازعہ دورِ خلافت منفی کر کے اسے ۱۱۲ھ میں جمع کیا جائے گا کیونکہ حدیث ''اثنا عشر خلیفۃ'' کی ایک روایت میں ''**تجتمع علیہ الامۃ**'' کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ اس طرح یہ مدت ۷۰ برس جمع کرنے سے ۱۱۸ھ اور ۷۲ برس جمع کرنے سے ۱۲۰ھ میں پوری ہوتی ہے جس کے بعد بنوامیہ (بنو مروان) کی خلافت زوال پذیر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ گویا اسلام کی چکی ایک مرتبہ پھر اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی۔

حدیث ''**اثنا عشر خلیفۃ**'' اور حدیث ''رحی الاسلام'' کی روشنی میں امت کے متفق علیہ بارہ خلفاء میں خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہ کے بعد حسبِ ذیل آٹھ خلفاء پر ۷۰ برس کی مدت پوری ہوتی ہے۔

۱۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۴۱ھ۔

۲۔ امیر یزید ۶۰ھ (جبکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مروان رضی اللہ عنہ ''**تجتمع علیہ الامۃ**'' کی شرط پر پورے نہیں اترتے)۔

۳۔ عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ (اگرچہ یہ ۶۵ھ میں منصب خلافت پر فائز ہو گئے تھے لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۷۳ھ میں ان پر امت کا اتفاق ہو گیا تھا)۔

۴۔ ولید بن عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ، ۸۶ھ۔

۵۔ سلیمان بن عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ ۹۶ھ۔

۶۔ عمر بن عبدالعزیز بن مروان رضی اللہ عنہ ۹۹ھ۔

۷۔ یزید بن عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ ۱۰۱ھ۔

۸۔ ہشام بن عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ ۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ

ہشام بن عبدالملک کے بعد بنی مروان رضی اللہ عنہ میں سے چار مزید اموی خلفاء (ا۔ ولید ثانی بن یزید ثانی بن عبدالملک ۔۲۔ یزید ثالث بن ولید ثانی ۔۳۔ ابراہیم بن ولید ثانی ۔۴۔ مروان ثانی بن محمد بن مروان رضی اللہ عنہ ) نے ۱۳۲ھ تک خلافت کے فرائض سرانجام دیئے لیکن امت ان کے ادوار میں بھی تباہ نہیں ہوئی زیادہ سے زیادہ خلافت بنی امیہ و بنی مروان کے ہاتھوں سے نکل کر بنو عباس کو منتقل ہوگئی تھی۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ زیرِ بحث حدیث میں کسی قریشی نوجوان کا بنام ذکر نہیں تھا اور ۷۰ھ کے بعد سعید راوی حدیث نے عبدالملک بن مروان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اپنے والد عمرو بن سعید (المعروف بہ الأشدق، لطیم الشیطان) کے قتل ہوجانے کے بعد ذاتی مخاصمت کی وجہ سے بلا تصریح نام بنی مروان کے چند نوجوانوں کو دیکھ کر اس احتمال کا اظہار کیا کہ '': عسیٰ ھؤلاء ان یکونوا منھم'' شاید یہ لڑکے ہی اس حدیث کا مصداق ہوں۔ لہٰذا راوی کے محض احتمال کی بناء پر قطع و جزم کے ساتھ بنی مروان پر امت کی تباہی و ہلاکت کا الزام لگانا جہاں علمی دیانت کے خلاف ہے وہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی افتراء باندھنا ہے۔

جہاں تک زیرِ بحث حدیث کے اصل راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو انھوں نے بھی حضرت مروان رضی اللہ عنہ کے ان قریشی لڑکوں پر لعنت بھیجنے کے بعد صرف اس قدر فرمایا کہ:

''اگر میں چاہوں تو بنی فلاں، بنی فلاں کے نام بتا سکتا ہوں'' اگر موصوف کے علم میں بنی مروان کے نام ہوتے تو بھلا وہ حضرت مروان رضی اللہ عنہ کی نیابت کیوں کر، کر سکتے تھے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی جبکہ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر محاصرہ کے دوران مسلح پہرہ دیا تھا اور یزید کی ولی عہدی کی بیعت کے بعد بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتھ بھرپور تعاون کیا اور ۵۹ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے اور گورنر مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

پھر یہ بات قابلِ غور ہے کہ زیر بحث حدیث میں 'غلمۃ من قریش'' کے الفاظ آئے ہیں جبکہ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''ھلکۃ امتی'' سے خلافت دین کی تباہی مراد لی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

'' پھراس حدیث بخاری میں یہ امت کا لفظ اس طرف بھی مشیر ہے کہ یہ ہلاکت شخصی یا انفرادی قسم کی نہ ہوگی کیونکہ ایک دو یا سو پچاس افراد کی ہلاکت، امت کی ہلاکت نہیں کہی جاسکتی بلکہ اجتماعی قسم کی ہلاکت ہوگی جس کی زد پوری امت پر پڑے گی اور اس کا اجتماعی شیرازہ اس ہلاکت کا شکار ہوگا اور جبکہ اجتماعیت ہی کی شیرازہ بندی کے لیے اسلام نے خلافت رکھی ہے تو امت کی اجتماعیت کی ہلاکت کے معنی صاف لفظوں میں خلافت کی تباہی کے نکل آتے ہیں گویا حدیث نے چند قریشی لڑکوں کے ہاتھوں خلافتِ دین کی تباہی کی خبر دی ہے۔'' [شہید کربلا اور یزید،ص ۱۵۵،مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور]

حضرت قاری صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ''ھلکۃ امتی'' کا جامع اور درست مفہوم بیان فرمایا ہے کہ اس سے مراد امت کی اجتماعی ہلاکت ہے اس کا اجتماعی شیرازہ اس ہلاکت کا شکار ہوگا جس کا معنی صاف لفظوں میں خلافت کی تباہی ہے''۔

امام حاکم نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حاکم کی نظر میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ''غلمۃ من قریش'' کا مصداق قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ملاحظہ ہو: [حیات ابوالمآثر (مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی) جلد ثانی ص۔۳۶۵]

دیگر شارحین کی نسبت '' قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر ''غلمۃ من قریش'' کا انطباق واطلاق زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہی وہ فتنہ کُبریٰ ہے جس میں خلافت کی تباہی ہوئی اور امت کا اجتماعی شیرازہ منتشر ہوا۔قتل عثمان رضی اللہ عنہ امت کے درمیان مزید بہت سے فتنوں کے پیدا ہونے کا بجا طور پر اصل بنیاد قرار پایا۔جس کا نقد نتیجہ ''جمل وصفین'' کے معرکوں کی صورت میں سامنے آیا اور اس کی وجہ سے امت آج تک افتراق وانتشار کا شکار ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو اس وقت بلا شبہ افضل امت اور احق خلافت تھے لیکن چونکہ فتنہ کی آگ بھڑک چکی تھی اور اختلاف وافتراق پیدا ہو چکا تھا۔اس لیے خلافت کے بحال ہونے کے بعد بھی امت کی اجتماعی شیرازہ بندی نہ ہوسکی۔ اس فتنہ نے اسلامی شہروں اور مراکز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور نہ صرف یہ کہ اسلامی فتوحات کا سلسلہ بند ہوا بلکہ بعض مقامات پر مسلمانوں کو پیچھے بھی ہٹنا پڑا یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زمامِ خلافت سنبھالی اور اسلامی فتوحات کے سلسلہ کو دوبارہ جاری کیا۔

زیرِ بحث حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کا اپنا حال یہ تھا کہ جب یہ حادثہ یاد آتا تھا بے اختیار رونا شروع کر دیتے تھے۔فرماتے تھے کہ:

''اللہ کی قسم جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ، اللہ کی قسم اب قریش میں اس کثرت سے موت اور قتل واقع ہوگا کہ اگر کوئی ہرن اپنے مسکن میں جائے گا تو وہاں بھی کسی قریشی کے جوتے پڑے ملیں گے۔''

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع ہوئی

تو بے ساختہ زبان سے نکلا: ''**الیوم هلكة العرب**'' آج عرب تباہ ہوگئے۔ انھوں نے مزید فرمایا: ''لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کوقتل کر کے اپنے اوپر ایسے فتنے کا دروازہ کھول لیا ہے جو قیامت تک بند نہ ہوگا۔ اب جو تلواریں کھنچ گئی ہیں وہ قیامت تک میان میں بند نہ ہوں گی۔''

یہ فتنہ اگرچہ سبائی گروہ کا پیدا کردہ تھا لیکن اس میں کچھ کچھ ''**غلمة من قريش**'' کا بھی کردار تھا۔ ان ہی غلمۃ میں سے ایک محمد بن ابی بکر تیمی قریشی اور دوسرے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی محمد بن ابی حذیفہ اموی قریشی پیش پیش تھے۔

اوّل الذکر نے دیگر قاتلین کے ہمراہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو داڑھی سے پکڑ کر کھینچا تھا جبکہ ثانی الذکر سبائی گروہ کا ایک اہم کمانڈر تھا اور اس نے مصر کے دارالامارت پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ بعض دیگر قریشی نوجوان ان کے معاون اور سہولت کار تھے۔ بعض ناقدین ومعاندین نے زیرِ بحث حدیث کے اصل مصداق کو نظر انداز کر کے اپنی توپوں کا رخ ''بنی مروان'' کی طرف موڑ دیا۔ کیا یہ بات باعث حیرت نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں: ''**غلمة من قريش**'' اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کی توضیح ''بنی فلاں، بنی فلاں'' کے الفاظ سے کریں لیکن اس کو بنوامیہ اور بنومروان کے ساتھ مختص کرتے ہوئے یہ فیصلہ صادر کر دیا جائے کہ امت کی ہلاکت کی یہ پیش گوئی یزید اور بنی مروان کے نوجوانوں کے ہاتھوں پوری ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

یہ بھی کیا کوئی کم ستم ظریفی ہے کہ حدیث ''**اثنا عشر خليفة**'' (جن میں علمائے کرام کی تصریحات کے مطابق بنوامیہ وبنومروان کے آٹھ خلفاء شامل ہیں) کی فہرست میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی کے علاوہ باقی اموی خلفاء کے نام خارج کر دیئے جائیں کہ یہ خاندان اس فضیلت کا حامل نہیں ہوسکتا یہ عجیب معاملہ ہے کہ حدیث ''**غلمة من قريش**'' کی رو سے امت کی ہلاکت کا تمام ملبہ قریش کے ایک خاندان ''بنوامیہ'' پر گرا دیا جاتا ہے اور جب حدیث ''**اثنا عشر خليفة كلهم من قريش**'' کے تحت تاجِ خلافت بنوامیہ کے سر پر رکھا جاتا ہے تو دشمنانِ بنی امیہ خم ٹھونک کر میدان میں کود پڑتے ہیں کہ کیا خلافت قریش کے تمام خاندانوں میں سے صرف بنوامیہ ہی کو الاٹ کی گئی ہے۔

مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کے طرف سے خلافت کے استحقاق کا دعویٰ کیا گیا تو اس سے کون سی قیامت ٹوٹ پڑی؟ خلافت کا حق قریش کے لیے نصّ سے ثابت ہے کیا بنی ہاشم جو خاندانِ نبوت سے تعلق رکھتے ہیں قریش سے خارج ہیں؟ کیا خلافت قریش کے تمام خاندانوں میں صرف بنی امیہ ہی کے لیے الاٹ کر دی گئی تھی؟ اور بنی امیہ میں بھی صرف بنوحرب کے لیے جو یزید کی ولی عہدی ضروری ٹھہری؟ [حادثہ کربلا کا پس منظر ص ۱۹۰، مطبوعہ مکتبہ مدینہ لاہور]

اس عبارت میں بنوامیہ کے لیے ’’غیظ وغضیب‘‘ صاف چھلک رہا ہے اگر ان کے سر سے تاج خلافت نہ اتارا جاسکے تو پھران خلفاء کو ”شر الملوک“ کا نام دے دیا جاتا ہے۔ فیا اسفا۔

حالانکہ بنوامیہ کوان کی صلاحیت واہلیت کے پیش نظر امارت وسپہ سالاری وغیرہ کے مناصب خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عطا کیے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت کے افتراق وانتشار سے پریشان تھے یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ جمل وصفین کے معرکوں میں بھی شریک نہیں ہوئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری کے بعد غیر جانب دار صحابہ نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی ۶۰ ھ کی دہائی میں جب مکہ وحجاز میں اختلاف ابھرا تو حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے دونوں گروہوں سے اظہارِ ناراضی کیا اور دونوں کو دنیا کے لیے قتال کرنے والا قرار دیا حالانکہ وہ بھی اپنے اپنے اجتہاد پر ہی عمل پیرا تھے۔ امام بخاری یہ حدیث بھی اسی کتاب الفتن کے تحت لائے ہیں۔ جس میں حدیث ”غلمة من قریش“ بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ ابوالمنہال روایت کرتے ہیں کہ:

جب زیاد اور مروان رضی اللہ عنہ شام میں حاکم ہوئے اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں متمکن ہوئے۔ ادھر خارجیوں نے بصرے میں زور جمایا تو میں اپنے والد کے ساتھ حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ ہم ان کے گھر میں گئے وہ بانس کے ایک بالا خانے کے سائے میں بیٹھے تھے، ہم بھی ان کے پاس جاکر بیٹھے۔ میرے والد نے ان سے کچھ گفتگو کرنے کی خواہش ظاہر کی چنانچہ انھوں نے کہا:

ابوبرزہ! آپ لوگوں کا حال دیکھ رہے ہیں (کہ وہ کس اختلاف میں مبتلا ہوگئے ہیں؟)۔

ابوبرزہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلی جو بات کی وہ میں نے سنی، انھوں نے فرمایا: میں صرف رضائے الٰہی کے لیے ان قریش کے لوگوں سے ناراض ہوں میرا اجر اللہ کے پاس ہے۔ اے عرب قوم! تم جانتے ہو پہلے (زمانہ جاہلیت میں) تمہارا کیا حال تھا؟ ذلت، کمتری اور گمراہی میں گرفتار تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تمہیں اس بری حالت سے نجات دی حتیٰ کہ تم اس مقام پر فائز ہوئے (دنیا کے حاکم بن گئے) پھر اسی دنیا نے تمہیں خراب کر دیا۔

دیکھو! یہ شخص (یعنی مروان رضی اللہ عنہ) جو شام میں حاکم بن بیٹھا ہے دنیاوی اقتدار کے لیے لڑتا ہے اور یہ خارجی لوگ جو تمہارے اردگرد جمع ہیں (اور اپنے تئیں بڑا قاری کہتے ہیں) اللہ کی قسم یہ بھی دنیاوی اقتدار کے لیے لڑتے ہیں۔ اور یہ شخص (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ) جو مکہ میں ہے اللہ کی قسم یہ بھی دنیاوی اقتدار کے لیے لڑتا ہے۔

[صحیح بخاری کتاب الفتن باب اذاقال عندقوم شیئاً ثم خرج فقال بخلافه، رقم الحدیث ۷۱۱۲]

اسی روایت سے واضح ہوگیا ہے کہ حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے اہل شام اور اہل حجاز کے مابین تصادم

میں"غلمة من قریش" کے تحت صرف بنوامیہ کے نوجوانوں کو ہی مراد نہیں لیا بلکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خاندان (اسدی قریشی) کو بھی برابر کا حصہ دار قرار دیا ہے اوران سب کی جنگ کو دنیاوی اقتدار کی جنگ کہا ہے۔

**"ان ذالک الذی بالشام واللّٰہ ان یقاتل الا علی الدنیا وان ھؤلاء الذین بین أظھرکم واللّٰہ ان یقاتلون الا علی الدنیا وان ذالک الذی بمکة واللّٰہ ان یقاتل الا علی الدنیا."**

اہل اسلام کے باہمی تصادم میں قریش کے جملہ خاندانوں یا شاخوں کے علاوہ دیگر قبائل بھی منقسم تھے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے اس روایت میں صرف بنوامیہ اور بنواسد کا نام نہیں لیا بلکہ یہ فرمایا:

**"انی احتسبت عنداللّٰہ أنی أصبحت ساخطاً علی أحیاء قریش"**

میں صرف رضائے الٰہی کے لیے قریش کے قبائل سے ناراض ہوں۔ میرا اجر اللہ کے پاس ہے۔قریش کے ان گھرانوں کو آپس میں برسرپیکار ہونے کے بجائے دشمنانِ اسلام کفار کے خلاف علم جہاد بلند کرنا چاہیے۔

بہرحال زیر بحث حدیث" **ھلکة امتی علی یدی غلمة من قریش......**" کی روشنی میں صرف بنوامیہ اور خاص طور پر بنومروان کو امت کی ہلاکت کا ذمہ دار قرار دینا عدل ودیانت اور حقائق کے خلاف ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بنوامیہ نے کسی کی خلافت کے خلاف کبھی بھی حصہ نہیں لیا جہاں تک جنگ صفین کا تعلق ہے تو وہ جنگ جمل کی طرح قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے اور سبائی سازش سے وقوع پذیر ہوئی تھی جو بالآخر صلح پر منتج ہوئی۔

جملہ تنازعات ومحاربات میں ان حضرات نے اپنے اجتہادات پر عمل کیا اور صحابہ کے اجتہادات پر کسی غیر صحابی کو تنقید کا حق نہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

(جاری ہے)

ماہانہ مجلس ذکرواصلاحی بیان
27 اگست 2015ء
جمعرات بعد نماز مغرب
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
ابن امیر شریعت
حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکرواصلاحی بیان ہوتا ہے
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری

# تاریخ مرقد نبوی ﷺ کا عبرت آموز واقعہ

## محبت رسول ﷺ کی اعلیٰ مثال

خلافت عباسیہ اپنی حکمرانی کی آخری ہچکیاں لے رہی تھی اسلامی ریاستیں تقسیم ہو رہی تھیں اور ان کے باشندوں میں باہمی افتراق وانتشار کا زہر پھیل رہا تھا گروہی اختلافات کی جڑیں گھن کی طرح کھائی جا رہی تھیں ادھر یورپی عیسائیوں نے بیت المقدس اور شام و فلسطین کے ساحلوں پر حملہ کر کے اور ان پر قبضہ کر کے ملت اسلامیہ کو بدترین بحران سے دو چار کر دیا تھا۔ اس پر آشوب زمانے میں ایک بہت تشویشناک حادثہ رونما ہوا جس نے مسلم دنیا کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ ۵۵۷ھ میں عیسائیوں نے اپنی ایک خفیہ میٹنگ میں یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے آپ کا جسد اطہر نکال کر اپنے قبضے میں لے لیا جائے۔ چنانچہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے انھوں نے اپنے دو آدمی منتخب کیے اور انھیں مدینہ منورہ روانہ کر دیا تا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک نکال کر لائیں۔ اس طرح ان کی ناپاک سازش کامیاب ہو جائے۔ وہ دونوں عیسائی بظاہر پاک باز متقی مسلمانوں کے حلیہ اور روپ میں مدینہ منورہ پہنچے۔ انھوں نے مدینہ منورہ کے باشندوں کے سامنے اپنے بارے میں یہ ظاہر کیا کہ ہم ”مغربی مسلمان“ ہیں اور ہمارا تعلق اندلس سے ہے یہ دونوں مسجد نبوی کے باہر قبلہ کی جانب آل عمر کی رہائش گاہ کے نزدیک ٹھہرے جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر بہت قریب تھی اور وہ رہائش گاہ ”دیارِ عشرہ“ کے نام سے مشہور تھی۔

یہ دونوں نصرانی بظاہر وہاں نیکی اور خیرات کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے نمازیں پابندی کے ساتھ ادا کرتے۔ جنت البقیع میں صحابہ واہل بیت کی قبور پر جاتے، ایصال ثواب کرتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت التزام کے ساتھ کرتے اس طرح انھوں نے اپنے آپ کو نہایت نیک، پرہیزگار اور اصحاب الخیر کی حیثیت سے متعارف کروالیا۔ لیکن اندر ہی اندر وہ اپنی ناپاک سازش کی تکمیل کے لیے کوشاں تھے۔ جب ان کے اردگرد بالکل سکون، ہو جاتا اور لوگ اپنی ضروریات میں مشغول ہو جاتے یا جب رات ڈھلتی اور سب لوگ نیند کی آغوش میں چلے جاتے یہ دونوں نصرانی اپنے ناپاک مقصد کی تکمیل میں لگ جاتے۔

اصل بات یہ تھی کہ یہ دونوں نصرانی اپنے رہائشی مقام پر خفیہ طور پر سرنگ کھود رہے تھے جس کا رخ قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب تھا۔ سرنگ کی کھدائی سے جو مٹی نکلتی یہ دونوں وہ مٹی بقیع کے قبرستان میں تھوڑی تھوڑی کر کے پھینک آتے تھے اور لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کرتے تھے کہ وہ بقیع میں مدفون شخصیات کی زیارت کو جا رہے ہیں۔

یہ دونوں نصرانی اپنی گھناؤنی سازش کی تکمیل کے لیے ایک مدت تک لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے رہے

اور اپنا مذموم کام پروگرام کے مطابق مسلسل سرانجام دیتے رہے۔ جب انھیں یقین ہوگیا کہ وہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب پہنچ گئے ہیں اور مقصد حاصل ہونے والا ہے تو انھیں یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ جسد اطہر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح نکالا اور منتقل کیا جائے۔

چنانچہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر اپنے ساتھ لے جانے کے لیے خفیہ منصوبہ بندی کرنے لگے انھیں یہ یقین ہو چلا تھا کہ اب بہت جلد ان کی ناپاک سازش کامیاب ہونے والی ہے لیکن اللہ رب العالمین ان کی گھات میں تھا اور انھیں ذلیل و رسوا کرانے اور ان کی ناپاک منصوبہ بندی کا پول کھولنے کے لیے غضب الٰہی کے شعلے ان کے سروں پر لپک رہے تھے جہنم کی بھیانک گھاٹیاں ان کی منتظر تھیں۔ ٹھیک ان ہی دنوں میں سلطان نورالدین محمود زنگی نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو بھورے رنگ کے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں:

**يَا مَحْمُودُ اِنْقِذْنِيْ مِنْ هٰذَيْنِ.** ترجمہ: اے محمود مجھے ان دو (ظالموں) سے بچاؤ۔

نورالدین محمود زنگی اس خواب کو دیکھنے کے بعد گھبرا کر اٹھا اور نماز ادا کی پھر سو گیا لیکن اس نے لگاتار تین مرتبہ بعینہٖ یہی خواب دیکھا۔ تیسری مرتبہ جب خواب سے بیدار ہوا تو اس نے اپنے وزیر جمال الدین موصلی کو طلب کیا، یہ وزیر نہایت عقل مند، ہوشیار، دیندار اور متقی پرہیز گار شخص تھا۔ نورالدین زنگی نے اس کو اپنا خواب تفصیل سے سنا دیا۔ جمال الدین موصلی نے نورالدین زنگی کا خواب نہایت توجہ اور ادب کی کیفیت کے ساتھ سنا اور نورالدین زنگی سے کہا:

**هٰذَا اَمْرٌ حَدَثَ بِالْمَدِيْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ اُخْرُجِ الآنَ لِلْمَدِيْنَةِ النَّبَوِيَّةِ وَاكْتُمْ مَارَأَيْتَ.**

ترجمہ: یہ حادثہ مدینہ منورہ میں رونما ہو چکا ہے آپ فوراً مدینہ منورہ روانہ ہو جائیں اور جو کچھ آپ نے خواب میں دیکھا ہے اسے کسی پر ظاہر نہ کریں۔

سلطان نورالدین محمود زنگی نے رات کے بقیہ حصے میں مدینہ منورہ کی روانگی کی تیاری کی اور بیس آدمیوں کی نگرانی میں بہت سے اونٹ لے کر مدینہ منورہ روانہ ہوگیا۔ سلطان کے ساتھ اس کا وزیر جمال الدین موصلی بھی تھا وہ بھی اپنے ساتھ بہت سا مال و متاع لے جا رہا تھا۔ بعض مورخین کا کہنا ہے کہ سلطان نورالدین محمود زنگی کے اس سفر میں ایک ہزار اونٹ تھے گھوڑے دیگر سواریاں ان پر مستزاد تھے۔ شام سے مدینہ منورہ کا یہ سفر سولہ دن میں طے ہوا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر سلطان نے مسجد نبوی کے اندر ریاض الجنہ میں نماز ادا کی اور قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد وہاں بیٹھ گیا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اب کیا کرے۔ درود شریف اس کی زبان پر جاری تھا اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اتنے میں وزیر جمال الدین موصلی نے سلطان سے پوچھا کہ آپ نے جن دو آدمیوں کو خواب میں دیکھا تھا کیا آپ ان کو شناخت کر سکتے ہیں؟

سلطان نے کہا: ہاں۔ وزیر نے مسجد نبوی میں موجود باشندگانِ مدینہ سے کہا کہ سلطان نورالدین محمود زنگی آپ کے روبرو تشریف فرما ہیں ان کے پاس بہت سے اموال ہیں آپ لوگ اپنا اپنا حصہ ابھی لے لیں اور جو افراد نہیں آ سکے انھیں یہاں لے آئیں تا کہ وہ بھی اپنا حصہ لے جائیں محتاج اور ضرورت مند آئے اور اموال تقسیم ہونے لگے سلطان خود

وہاں موجود تھا اور حاضرین کا بغور معائنہ کر رہا تھا لیکن ان میں سے کوئی شخص ان دو آمیوں کی شکل وشباہت سے ملتا جلتا نہ تھا۔ جنھیں اس نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس لیے سلطان نے پوچھا کہ کیا کوئی اور ایسا شخص باقی رہ گیا ہے جو مال واسباب لینے حاضر نہیں ہو سکا؟ لوگوں نے بتایا کہ کوئی نہیں رہا ہے البتہ دو مغربی آدمی ہیں وہ کسی سے کوئی چیز نہیں لیتے وہ بہت نیک اور پارسا لوگ ہیں۔ سلطان نے حکم دیا کہ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ۔ لوگوں نے جب ان دونوں کو حاضر کیا تو سلطان دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہی وہ دو آدمی ہیں جن کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اشارہ فرمایا تھا۔ سلطان نے ان دونوں سے دریافت کیا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم مغرب (اندلس) کے رہنے والے ہیں۔ حج کی نیت سے آئے تھے اس سال مسجد نبوی کے قریب رہنے کا ارادہ ہے۔

سلطان نورالدین محمود زنگی نے ان دونوں سے بار بار اصرار کے ساتھ اصل حقیقت سے آگاہی کی بہت کوشش کی لیکن وہ دونوں اشخاص تسلسل کے ساتھ ایک بات ہی دہراتے رہے۔ سلطان نے ان دونوں افراد کو وہیں اور چند ذمہ دار افراد کو لے کر ان مغربی آدمیوں کی رہائش گاہ پر پہنچا وہاں لوگوں نے دیکھا کہ بہت سا مال موجود ہے دیوار کے ساتھ لگی ہوئی الماری پر قرآن مجید کے دو نسخے اور کتابیں موجود ہیں۔ عام استعمال کی اشیاء کے علاوہ کوئی اور چیز ان کی رہائش گاہ پر نہیں ہے۔ سلطان ان کی رہائش گاہ کا اچھی طرح معائنہ کرنے لگا اور چاروں طرف گھومنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے سلطان کے دل میں بات ڈالی اور اس نے اچانک رہائش گاہ میں بچھا ہوا قالین اٹھا کر دیکھا قالین کے نیچے لکڑی کا ایک تختہ تھا جب تختہ اٹھایا تو اس کے نیچے ایک کھدی ہوئی سرنگ نظر آئی جو سیدھی قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جا رہی تھی اور مسجد نبوی کی دیوار کی حد پار کر چکی تھی۔ باشندگان مدینہ نے جب دیکھا تو ان پر دہشت طاری ہوگئی اور وہ گھبرا گئے کیونکہ ان دونوں مغربی اشخاص کے بارے میں ان کی رائے بہت اچھی تھی وہ انھیں تقویٰ اور پرہیزگاری کا مرقع سمجھتے تھے اور اللہ کے ولی گردانتے تھے۔ سلطان نے جب ان دونوں مجرموں کی پٹائی کی تو انھوں نے اقبال جرم کر لیا اور بتایا کہ وہ نصرانی ہیں عیسائی بادشاہوں نے بھاری مال دولت دینے کا وعدہ کر کے ہمیں مغربی اندلسی حجاج کے بھیس میں یہاں بھیجا ہے تاکہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کھود کر کسی طرح ان کا جسد اطہر نکال کر لے جائیں اور مسیحی حکمرانوں کے حوالے کر دیں۔ جب ان عیسائی مجرموں کی حقیقت بے نقاب ہو کر منظر عام پر آگئی اور انھوں نے ساری سازش کے تانے بانے اگل دیے تو سلطان نورالدین محمود زنگی نے حجرہ شریف کی مشرقی جالی کے پاس ان کی گردن زدنی کا حکم دیا چنانچہ مجمع عام کے سامنے ان کی گردن اڑا دی گئی اور پھر شام کے وقت ان کی لاشوں کو جلا دیا گیا۔

پھر سلطان نے حکم دیا کہ حجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد پانی کی سطح تک خندق کھودی جائے اور اس میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے تاکہ قیامت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خبث باطن رکھنے والا ایسی حرکت نہ کر سکے۔ چنانچہ سیسہ پگھلا کر پوری خندق بھر دی گئی، اس کے بعد سلطان نورالدین محمود زنگی مدینہ منورہ سے رخصت ہو کر شام کی طرف واپس چلا گیا۔

(مطبوعہ: ماہنامہ ''بزم قاسمی انٹرنیشنل'' کراچی، اپریل رمئی 2015ء)

گفتگو: مولانا محمد یٰسین　　　　مرتب: سید محمد کفیل بخاری

# یادگار باتیں، خوشگوار یادیں

بنام شاہدِ نازک خیالاں ، عزیزِ خاطرِ آشفتہ حالاں

حضرت مولانا محمد یسین دامت برکاتہم یادگار اسلاف میں سے ہیں۔ انہیں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے ملفوظات اور بے شمار واقعات اُن کے حافظے میں ہیں۔ میرے والد ماجد حضرت سید محمد وکیل شاہ صاحب مدظلہٗ سے مولانا کا زمانۂ طالب علمی سے دوستی کا تعلق ہے جسے گزشتہ ساٹھ برس سے مولانا نباہ رہے ہیں۔ تقریباً روزانہ دارِ بنی ہاشم میں اُن سے ملنے تشریف لاتے ہیں۔ ایک بھرپور مجلس ہوتی ہے جس میں ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم، راقم اور دیگر عزیز احباب شریک ہوتے ہیں۔ کسی نہ کسی بہانے حضرت امیر شریعت کا ذکر چھڑ جاتا ہے اور مولانا کی یادوں کے دریچے کھلنے لگتے ہیں۔ میں نے سوچا یہ خوبصورت باتیں ہوا میں اڑ جائیں گی کیوں نہ انہیں قلم بند کیا جائے۔ چنانچہ ذیل کا مضمون مولانا کی منتشر اور بکھری ہوئی یادداشتوں کی ایک مرتب صورت ہے جنہیں مختلف مجالس میں انہوں نے بیان کیا۔ بعض حصے ابھی غیر مرتب ہیں جو مولانا کی نظرِ ثانی کے بعد کسی دوسری اشاعت میں شامل کیے جائیں گے۔

میرے مرحوم بھائی سید محمد ذوالکفل بخاری نے بھی مولانا کی یادداشتیں نقل کی تھیں۔ ان کے مسودات میں اگر وہ کاغذات مل گئے تو انھیں بھی ان شاء اللہ شائع کر دیا جائے گا۔ ان دنوں مولانا علیل ہیں احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ ان کی صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں۔ (سید محمد کفیل بخاری)

## مولانا ابوالکلام آزاد کا علمی وادبی معیار:

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو مولانا ابوالکلام آزاد رحمتہ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ جس کا اظہار وہ اکثر و بیشتر اپنی نجی مجالس اور تقریروں میں کیا کرتے تھے۔ ایک مجلس میں فرمایا کہ:

''مولانا ابوالکلام آزاد کے علمی وادبی ذوق کا معیار بہت بلند تھا، جو ان کی تحریر و تقریر، شعر و سخن، تنقید و مزاح اور نجی مجالس میں ہر جگہ یکساں قائم رہا۔ کسی بھی مقام پر ابتذال ان کے قریب سے نہیں گزرا۔ وہ ہمیشہ عظمت و وقار کی بلندی پر فائز رہے۔

دہلی جیل کے زمانۂ اسارت میں مولانا آزاد درسِ قرآن کریم ارشاد فرمایا کرتے، ماسٹر تاج الدین انصاری اور میں ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے اور سماع کرتے۔ ایک دن ''سورۃ الدہر'' کی اس آیت پر درس تھا۔ ''اِنّا خَلَقنَا الاِنسَانَ مِن نُطفَةٍ'' میں نے ماسٹر جی سے کہا کہ ہماری زبان میں ''نطفہ'' ذرا ثقیل لفظ ہے، آج سنتے ہیں مولانا اس کا کیا

ترجمہ کرتے ہیں۔ مولانا نے آیت تلاوت کی اور برجستہ ترجمہ کیا:

''بے شک ہم نے انسان کو مرکب بیج سے پیدا کیا''

پھر تشریح وتفسیر میں ''تخمِ انسانی'' کی اصطلاح بھی ان کی زبان سے سنی۔ ہم عش عش کر اٹھے کہ یہ مولانا آزاد رحمتہ اللہ علیہ کا ہی حق اور معیار ہے کہ وہ ہر مقام سے سلامتی اور وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں''

ایک مجلس میں مولانا آزاد رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ چل نکلا تو حضرت امیر شریعت نے مولانا سے وابستہ اپنی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے فرمایا:

''مولانا آزاد سے تعارف تو زمانۂ طالب علمی ۱۳۔۱۹۱۲ء میں ان کے ''الہلال اور البلاغ'' کے مطالعے سے ہو چکا تھا لیکن سانحۂ جلیانوالہ باغ ۱۹۱۹ء اور تحریک خلافت ۲۱۔۱۹۲۰ء میں مولانا سے باقاعدہ ملاقاتوں اور جدوجہد آزادی میں ان کی رفاقت کی سعادت حاصل ہوئی۔ نجی مجالس، خلافت اور کانگریس کے اجلاسوں اور جلسوں میں مولانا کے ساتھ شرکت وخطاب کے بے شمار مواقع میسر آئے۔

تحریک خلافت کے دنوں دہلی میں مسلسل چند اجلاس ہوئے۔ ایک غیر معروف ''مولانا'' ان میں باقاعدہ شریک ہوتے اور پورے اجلاس میں مکمل خاموش رہتے، بعض دفعہ ہماری باتوں پر منہ بسورتے لیکن بات کوئی نہ کرتے۔ مولانا آزاد ان کی معنی خیز خاموشی اور حرکات کو دیکھتے اور محظوظ ہوتے۔ حسنِ اتفاق کہ ایک اجلاس میں وہ نہ آئے تو مولانا آزاد نے ان کی کمی محسوس کرتے ہوئے ازراہِ تفنن مجھے مخاطب ہو کر فرمایا:

میرے بھائی شاہ جی! آج وہ ''مولانا عبوساً قمطریرا'' نہیں آئے!

## حدیث کی خوشبو:

ایک مجلس میں مقامِ حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

راولپنڈی کے ایک جلسے میں مجھ سے پہلے ایک مولوی صاحب تقریر کر رہے تھے۔ انھوں نے عربی کے اس جملے کو حدیث کے طور پر پیش کیا:

''مَن لَا شیخ له فالشیخه الشیطان'' جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہے۔

فرمایا کہ: حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اپنی ایک خوشبو ہوتی ہے۔ میرے دل نے گواہی دی کہ یہ حدیث نہیں ہو سکتی۔ مولوی صاحب کی جہالت اور جسارت پر افسوس بھی ہوا کہ انھوں نے کھڑے کھڑے گناہ سر لے لیا۔ حدیث کے بیان میں تو بہت ہی احتیاط کرنی چاہیے اور اپنے ایمان کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہیے۔ نبی خاتم سیدنا محمد کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جس نے مجھ سے ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کی تو اس پر اللہ کی لعنت''

چنانچہ میں نے فوراً وہیں تردید کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث نہیں۔ اتفاقاً محسنی و مربی، محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان دنوں راولپنڈی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اگلے روز ان کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ قصہ سنایا تو انھوں نے فرمایا: واقعی یہ حدیث نہیں عبدالعزیز مادرینی کا قول ہے۔ مجھے اطمینان ہو گیا کہ میرے دل نے ہمیشہ کی طرح صحیح گواہی دی۔

## قیامِ قیامت:

حج کے ایک سفر میں مولانا سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب کے مطالعے کے دوران میں نے یہ حدیث پڑھی: **''لا تقوم الساعة حتیٰ تحج البيت''** (متدرک حاکم)۔

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بیت اللہ کا حج ہوتا رہے گا''

حج سے واپسی پر حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو احوالِ سفر سنانے کے دوران آپ کو میں نے یہ حدیث بھی سنائی۔ اس پر آپ نے یہ شعر پڑھا

از صد سخن پیرم یک نکتہ مرا یاد است
عالم نہ شود ویراں تا میکدہ آباد است

## مزدوروں سے محبت:

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مجلس احرارِ اسلام کے تقریباً تمام رہنما قید کر دیے گئے تھے۔ حضرت امیر شریعت بھی ایک سال قید کاٹ کر لاہور جیل سے رہا ہوئے۔ ضیغمِ احرار شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بعد رہا ہوئے۔ شیخ صاحب سے آپ کو بہت محبت تھی۔ فرمانے لگے: مولوی یٰسین! بھائی حسام الدین سے ملنے کو جی چاہتا ہے تم میرے ساتھ لاہور چلو۔ چنانچہ ریل گاڑی سے ہم لاہور روانہ ہوئے۔ علی الصبح لاہور پہنچے، دو تین روز قیام فرمایا، شیخ صاحب سے ملاقات کی، رہائی پر مبارک باد اور خیریت دریافت کر کے سندھ ایکسپریس سے واپسی کا سفر شروع کیا۔ رات بارہ بجے کے قریب ملتان پہنچے۔ ریلوے اسٹیشن سے باہر نکلے اور کچہری روڈ کے لیے سالم تانگہ لیا۔ اگلی نشست پر امیر شریعت بیٹھے اور پچھلی نشست پر میں۔ تانگہ چلنا شروع ہوا تو کوچوان نے دیگر سواریاں بٹھانے کے لیے ''حرم گیٹ، بوہڑ گیٹ'' کی آوازیں لگانی شروع کر دیں۔ چنانچہ دو تین سواریاں آ گئیں، دو اگلی نشست پر امیر شریعت کے ساتھ اور باقی میرے ساتھ بیٹھ گئیں،

میں نے کوچوان سے غصے کا اظہار کیا کہ سالم تانگے میں دیگر سواریاں بٹھانے کا کیا جواز ہے؟ لیکن امیر شریعت نے کوئی غصہ کیا نہ کوچوان کو کچھ کہا، پھر میں بھی خاموش ہو رہا۔ حرم گیٹ پہنچ کر اس نے بوہڑ گیٹ اور پھر گھنٹہ گھر کی سواریاں بٹھانا شروع کر دیں، اس طرح ہم شہر بھر کی سیر کرتے ہوئے کچہری روڈ پہنچے۔ امیر شریعت نے کوچوان کو اتنے ہی پیسے دیے جتنے طے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ سالم تانگے کا معاملہ طے ہوا مگر اس نے خلاف ورزی کرتے ہوئے دیگر سواریاں بٹھائیں، ان سے پیسے وصول کیے اور ہم سے بھی۔ ہمارا وقت الگ ضائع کیا۔ فرمایا:

''شکر کرو! ایک غریب محنت کش رات کے اس وقت بھی حلال روزی کے لیے مزدوری کر رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کو رزق دے رہے ہیں تو یہ اس کا مقدر ہے جو بہرصورت اسے ملنا ہے۔ اگر ہمیں کچھ تاخیر ہوگئی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ الحمدللہ ہم گھر پہنچ گئے ہیں اور خفا ہونے کی ضرورت نہیں''

میں نے اکثر دیکھا کہ حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ مزدوروں سے بہت محبت کرتے تھے۔ کوچوانوں، ریڑھی بانوں، ریلوے کے قلی اور عام مزدوروں کو منہ مانگے پیسے دے کر خوش ہوتے تھے۔

## شعری ذوق:

زندگی کے آخری برسوں میں اکثر گھر پر قیام رہا۔ ضعف کی وجہ سے سفر نہیں کرتے تھے۔ علماء و مشائخ، شعراء، ادباء، صحافی، سیاسی رہنما اور وزیر مشیر سبھی آپ سے ملاقات کے لیے آتے۔ یہ بڑی یادگار محفلیں تھیں۔ پند و نصائح، تاریخ و سیاست اور شعر و ادب کے دفتر کھل جاتے۔ شاہ جی کی بیٹھک کسی جلسے کا منظر پیش کرنے لگتی۔ جس میں مختلف شعبوں سے متعلق شخصیات موجود ہوتیں۔ شعری ذوق بہت بلند تھا، خود بھی شاعر تھے، اساتذہ کے سیکڑوں اشعار یاد تھے۔ مجلس کا رخ شعر و سخن کی طرف مُڑ جاتا تو موقع محل کے مطابق ان کی زبان سے اشعار موتیوں کی طرح جھڑتے۔ عموماً فارسی اشعار سناتے۔ فرمایا کہ عزت بخاری کے اشعار دیکھو کیا مضامین باندھے ہیں۔ موت کو اپنے بامعنیٰ اسلوب میں لکھا ہے:

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرشِ نازک تر
نَفَس گم کردہ می آید جنید و با یزید ایں جا
چناں مدہوش جامِ آرزوئے وصل شد عزت
کہ از مستی بدوشِ دیگراں بے خود رسید ایں جا

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ حضرت خواجہ کی لوحِ مزار پر ان کے ایک عقیدت مند عارف کا شعر درج ہے

آہستہ رو، آہستہ خرام بلکہ مخرام
عارفا خواب گہِ خواجۂ چشت ایں جا

مجلس شعر، گرم ہوتی چلی گئی اور وہ اشعار سناتے رہے

حدقۂ چشمِ مَلَک قالبِ خشت است ایں جا
از ازل ہرچہ شد خواجہ بر سنگ در خیش نوشت است ایں جا
بکوثر غوطہ ہا ز دہر کہ اندر خوں تپید ایں جا
محبت کربلائے ہست کہ باید شد شہید ایں جا

اس شعر کے متعلق فرمایا کہ پہلے مصرعے میں عقیدہ ہے اور دوسرے میں شعریت ہے

زِ حد حق عشقِ احمد بندگانِ چیدۂ خود را
بہ خاصاں شاہ می بخشد مَے نوشیدۂ خود را

فرمانے لگے کہ ایک موحد عقیدت مند خواجہ اجمیری کے مزار پر فاتحہ پڑھ کر باہر نکلا تو قوال گا رہا تھا

دِلا دے خواجہ پانچ روپے

اس نے کہا: خواجہ سے کیوں مانگتا ہے، خواجہ کیا دے گا؟ قوال نے کہا: تو دے دے

اس نے پانچ روپے نکال کر دے دیے۔

قوال نے برجستہ کہا: واہ خواجہ! کیا چَپت رسید کی ہے اسی سے دلوا دیے

ایک روز اپنے معالج حکیم حافظ محمد حنیف اللہ مرحوم کے مطب میں تشریف لے گئے۔ حکیم صاحب نے طبیعت کا حال پوچھا تو آپ نے یہ شعر پڑھا

ہر روز آفتیں نئی ہیں دلِ پُر مِحن کے ساتھ
ہر روز اِک زخم ہے زخمِ کہن کے ساتھ

## کراچی میں پہلی آمد:

ایک مجلس میں تحریک آزادی کے یادگار واقعات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ تحریک خلافت کے دنوں میں پہلی مرتبہ کراچی گیا۔ سیٹھ عبداللہ ہارون نے مجھے امرتسر خط لکھا کہ کراچی میں جلسہ ہے، آپ اس میں شریک ہوں اور خطاب کریں۔ میں نے آنے کا وعدہ کرلیا۔ حسنِ اتفاق کہ عبداللہ ہارون سے میری کوئی ملاقات نہ تھی۔ میں ان دنوں ہاتھ میں

ڈنڈا رکھتا اور ڈنڈے والا پیر مشہور تھا۔ ٹرین کے ذریعے سفر کیا اور کراچی پہنچ گیا۔ سیٹھ عبداللہ ہارون گاڑی لے کر احباب کے ساتھ اسٹیشن پر استقبال کے لیے موجود تھے۔ ایک تو ہم دونوں ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے تھے اور دوسرا وہ مجھے فرسٹ کلاس میں تلاش کرتے رہے اور میں تھرڈ کلاس کے ڈبے میں تھا۔ ان کے ذہن میں میرے بارے میں یہ تأثر تھا کہ بڑا لیڈر رہے، کرّ وفر کے ساتھ فرسٹ کلاس بوگی سے برآمد ہوگا، لیکن ان کا یہ خواب چکنا چور ہوگیا۔ وہ مجھے تلاش کرتے رہے اور ناکام واپس لوٹ گئے۔ میں اسٹیشن سے باہر آیا اور تانگہ لے کر سیٹھ ہارون کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ وہاں لوگوں کا رش تھا اور میں سب سے آخر میں خاموشی سے بیٹھ گیا۔ سیٹھ ہارون کہہ رہے تھے کہ بڑا مولوی ہے وعدہ کر کے نہیں آیا۔ کسی نے زیادہ پیسے دے دیے ہوں گے اس لیے اس کے جلسے میں چلا گیا ہوگا۔ کچھ اسی قسم کے تبصرے ہورہے تھے، میں خاموشی سے سنتا رہا اور لطف اندوز ہوتا رہا۔ آخر اٹھ کر آگے بڑھا، سیٹھ ہارون سے سلام و مصافحہ کے بعد کہا کہ: بھائی غیبت نہ کرو! تہمت نہ لگاؤ، ملزم حاضر ہے۔ میرا نام عطاء اللہ شاہ بخاری ہے۔ وہ ششدر رہ گئے۔ اور شرمسار بھی ہوئے۔ کہنے لگے آپ کہاں تھے کس گاڑی میں آئے؟ میں نے کہا کہ اسی گاڑی میں آیا ہوں جس کا بتایا تھا۔ کہنے لگے کس بوگی میں تھے؟ میں نے بتایا کہ تھرڈ کلاس میں تھا۔ کہنے لگے ہم تو آپ کو فرسٹ کلاس میں تلاش کرتے رہے۔ میں نے کہا کہ میری برادری تھرڈ کلاس میں ہوتی ہے۔ وہ مجھے جانتے پہچانتے ہیں اور میں انھیں، سفر ٹھیک طے ہوجاتا ہے۔ جلسہ ہوا، میں نے تقریر کی، جب واپس آنے لگا تو سیٹھ ہارون نے فرسٹ کلاس میں سیٹ برتھ ریزرو کرائی اور بستر ساتھ دیا۔ میں نے انکار کیا تو ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے ہماری ناک کٹ جائے گی، مہربانی کر کے یہ خدمت قبول کریں اور فرسٹ کلاس میں ہی سفر کریں۔ ان کی عزت کی خاطر قبول کیا لیکن تمام سفر خاموشی سے گزرا۔ اس لیے کہ اس کلاس میں بیٹھنے والے لوگوں سے طبیعت کو مناسبت نہیں۔ ان کی گردنیں اکڑی ہوتی ہیں اور دوسرے لوگوں کو حقیر اور کم تر سمجھتے ہیں۔

## سیف اللہ کی کاٹ:

ایک مجلس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان افروز واقعات میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ''سیف اللہ المسلول'' کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ جب عراق کے شہر ''حیرہ'' کا انھوں نے محاصرہ کیا تو عیسائیوں کو پیغام بھجوایا کہ میری تین باتوں میں سے ایک مان لو۔

☆ اسلام قبول کرلو

☆ ہماری ماتحتی قبول کر کے جزیہ دو...... یا پھر

☆ جنگ کے لیے تیار ہوجاؤ!

عیسائی راہب عمرو بن مسیح معزز ین شہر کے ایک وفد کی قیادت کرتے ہوئے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس صلح کی گفتگو کرنے آیا۔ عمرو بن مسیح کا خادم بھی ساتھ تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھی۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ تھیلی کیوں ساتھ لائے ہو، اس میں کیا ہے؟ اس نے کہا: ''سَم ساعۃ'' یعنی فوراً ہلاک کرنے والا زہر ہے۔ میں اس لیے ساتھ لایا ہوں کہ اگر میں تم لوگوں کے بد اخلاق نہ دیکھتا جواب دیکھ رہا ہوں تو میں اپنی قوم کے لیے کسی ذلت کا ذریعہ نہ بنتا بلکہ زہر کھا کر ہلاک ہو جاتا''

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ تھیلی اس سے لے کر زہر اپنی ہتھیلی پر رکھ کر فرمایا:

''کوئی شخص اللہ کے متعین کیے ہوئے وقت سے پہلے نہیں مرتا اور نہ ہی کوئی چیز اللہ کے حکم کے بغیر اثر کرتی ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے یہ دعا پڑھی:

بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرُ الْاَسْمَاءِ وَ رَبُّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ، وَالَّذِىْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِ دَاءُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دعا پڑھ کر سارا زہر کھا لیا اور اُنھیں کچھ بھی نہ ہوا۔ عمرو بن مسیح سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی قوتِ ایمانی اور توکّل کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا۔ اس نے کہا:

''خدا کی قسم! تم میں سے ایک بھی جب تک ایسا رہے گا، تم کبھی ناکام نہیں ہو گے اور اپنی مراد کو پہنچو گے۔''

حضرت امیر شریعت نے یہ واقعہ سن کر فرمایا:

''تلوار کی خصوصیت ہے کہ وہ کاٹتی ہے۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سیف اللہ المسلول'' (اللہ کی سونتی ہوئی تلوار) کا لقب عطا فرمایا تھا۔ دیکھو! سیف اللہ نے زہر کو بھی کاٹ کر رکھ دیا۔

## دعاء کا قرآنی طریقہ:

علالت کے آخری ایام تھے، میں حسبِ معمول ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے گھر میں پردہ کرا کر مجھے اندر بلا لیا۔ صحن میں شیشم کے درخت کے نیچے چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ بولنے میں بہت دقّت ہو رہی تھی۔ مجھے فرمانے لگے: اللہ کے سامنے رو رو کر دعا مانگنی چاہیے اور دعا، گریہ کے ساتھ خفیہ ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں یہی فرمایا ہے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً. ''(لوگو) اپنے پروردگار سے دعائیں مانگو، آہ و زاری کرتے ہوئے بھی اور پوشیدگی میں بھی'' (اعراف:۵۵)

پھر فارسی کا یہ شعر پڑھا:

لذت فزاست بشب ہا گریستن
پیدا ملول بودن و پنہا گریستن

پھر اس کی تشریح میں پنجابی شعر سنایا:

بُگّل مار کے ہیر رُنّی
گھڑا نیر دا ویٹیا سُو

## سبطِ حسن اور لینن کا مجسمہ:

حضرت امیر شریعت ۱۹۵۳ء کی تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت کے سلسلے میں بورسٹل جیل لاہور میں قید تھے۔ معروف ترقی پسند ادیب سید سبطِ حسن بھی پنڈی سازش کیس میں یہیں قید تھے۔ جیل کی رفاقت، بے تکلف دوستی میں تبدیل ہوگئی۔ غالباً ۱۹۵۵ء میں حضرت امیر شریعت لاہور تشریف لے گئے، راقم خادم بھی ساتھ تھا۔ بیرون دہلی دروازہ میں واقع مجلس احرار اسلام کے دفتر میں قیام تھا۔ معلوم ہوا کہ سبطِ حسن شدید علیل ہیں، فرمایا کہ اُن کی عیادت کے لیے جانا ہے۔ روزنامہ ''کوہستان'' لاہور کے دفتر کے قریب کمیونسٹ پارٹی کا دفتر تھا۔ حاجی دین محمد صاحب مرحوم کے فرزند بھائی محمد احمد کی گاڑی میں ہم وہاں پہنچ گئے۔ مولانا مجاہد الحسینی بھی ہمراہ تھے۔ سبطِ حسن اپنے دفتر میں بالکل اکیلے تھے۔ شاہ جی سے لپٹ کر دوستوں کی بے اعتنائی اور گئے دنوں کو یاد کر کے روتے رہے۔ میں نے دیکھا کہ اُن کے دفتر میں لینن کا مجسمہ رکھا تھا۔ واپسی پر میں نے عرض کیا کہ ویسے تو کمیونسٹ، خدا کا انکار کرتے ہیں لیکن یہاں لینن کا مجسمہ رکھا ہوا ہے۔ فرمایا کہ:

''بس یہ باتیں ہی ہیں ورنہ ہر کوئی کسی نہ کسی عظمت کے سامنے سرنگوں ہوتا ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا:

برہمن بُت کو پوجے ہے ، مسلماں حجرِ اسود کو
پرستش دونوں جانب ہے ، عجب رتبے ہیں پتھر کے

شعر سنا کر فرمانے لگے کہ صرف شعر کو دیکھو۔ ورنہ یہ عقیدے کے خلاف ہے۔ مسلمان حجرِ اسود کی پوجا نہیں کرتے۔ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بوسہ لیا اس لیے مسلمان سنت پر عمل کرتے ہیں

میں نے عرض کیا کہ: آپ ایک کمیونسٹ کی عیادت کے لیے کیوں گئے؟

فرمایا کہ:

بیمار کی عیادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک یہودی کی بھی عیادت کی تھی اور اپنی کوشش تو یہ ہے کہ کوئی انسان جہنم کے کنارے پر کھڑا ہے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے جنت میں کھینچ لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

وَكُنتُم عَلٰى شَفَا حُفۡرَةٍ مِنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَكُمۡ مِنۡهَا

''تمہارا حال تو یہ تھا کہ آگ سے بھری ہوئی خندق ہے اور اس کے کنارے کھڑے ہو (ذرا پاؤں پھسلا اور شعلوں میں جا گرے) لیکن اللہ نے تمہیں اس حالت سے نکال لیا'' (آلِ عمران:۱۰۳)

پروفیسر خالد شبیر احمد قسط: ۵۰، آخری قسط

# ورق ورق زندگی

جناب پروفیسر خالد شبیر احمد مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن اور اس وقت مجلس کے مرکزی نائب صدر ہیں۔ وہ سیاسیات کے استاد رہے، نصابی کتب کے علاوہ ''تاریخ محاسبۂ قادیانیت''، ''احرار، تحریک کشمیر اور قادیانیت'' ان کی معروف تصنیفات ہیں۔ اُن کے شاعری کے دو مجموعے ''خواب خواب روشنی'' (مجموعۂ غزل) اور ''حرف حرف بندگی'' (مجموعۂ نعت) بھی شائع ہو چکے ہیں۔ پروفیسر خالد شبیر احمد خاندانی احراری ہیں، احرار انھیں اپنے والد ماجد نذیر مجیدی مرحوم سے ورثہ میں ملی اور وہ بچپن سے ہی مجلس احرار سے وابستہ ہو گئے۔ انھوں نے ایک بھرپور اجتماعی زندگی گزاری، تحریک آزادی اور مجلس احرارِ اسلام کے رہنماؤں کو بہت قریب سے دیکھا اور سنا۔

ابن امیر شریعت، قائد احرار، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کی فرمائش اور میری درخواست پر انھوں نے اپنی آپ بیتی لکھنی شروع کی۔ ''ورق ورق زندگی'' کے عنوان سے اس کی پہلی قسط جون ۲۰۱۱ء کے شمارے میں شائع ہوئی اور موجودہ شمارے اگست ۲۰۱۵ء میں اس کی پچاسویں اور آخری قسط شائع ہو رہی ہے۔ پروفیسر صاحب کی آپ بیتی ان کے خاندانی حالات، مجلس احرار اسلام سے وابستہ یادوں، تاریخی وسیاسی واقعات، اہم قومی رہنماؤں سے یادگار ملاقاتوں، شعر و ادب اور سماجی و ثقافتی سرگرمیوں کے تذکرے سے بھرپور ہے۔ اُن کے مشاہدات وتجربات سے قارئین نے خوب استفادہ کیا۔

اللہ تعالیٰ اُن کو جزاءِ خیر دے اور صحت وسلامتی کے ساتھ رکھے۔ انھوں نے نقیبِ ختمِ نبوّت کے قارئین کے لیے بہت کچھ لکھا، اُمید ہے کہ وہ آئندہ بھی سلسلۂ تحریر جاری رکھیں گے۔ پروفیسر صاحب کے بے حد شکریے کے ساتھ آپ بیتی کی آخری قسط قارئین کی نذر ہے۔ (مدیر)

## چنیوٹ میں مرکز احرار کا قیام:

ہم احراریوں کے ساتھ یہ سانحہ بھی عجیب وغریب ہے کہ ہم نے جب ۱۹۶۲ء میں جماعت کی تنظیم نو کا آغاز کیا تو ہمارے لیے ہم مسلک حضرات کی مساجد ومدارس کے دروازے اسی طرح سے بند تھے جس طرح بریلوی حضرات کی مسجدوں کے دورواز ے تبلیغی جماعت کے لیے بند ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسا معمہ ہے جو ہمارے اکابر پر بھی وَا نہ ہوا۔ اور نہ ہی ہم پر آج تک وا ہو سکا ہے۔ اس کا علاج تو پھر محسن احرار مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے یہی سوچا اور کہا کہ آپ اپنے ادارے بنائیں اور ہر ادارے میں جہاں جماعت مضبوط ہو ایک اپنی مسجد بھی ہونی چاہیے پھر جماعت کی

کوششوں سے یہی ہوا کہ ہم نے تقریباً ہر ایسے شہر میں ادارے بنائے جہاں جماعت مضبوط ہے۔ مساجد بھی ہیں، قرآن پاک کی تعلیم کا اہتمام ہے اور احرار کے دفاتر بھی ہیں۔ ملتان، چیچہ وطنی، چناب نگر، چنیوٹ، گجرات، تلہ گنگ اور لاہور خاص طور پر اس حوالے سے قابل ذکر ہیں۔ چنیوٹ شہر میں ایک مدت سے اس کمی کو محسوس کیا جا رہا تھا کہ یہاں پر بھی ایک ایسا مرکز ہونا چاہیے۔ پاکستان کے قیام سے پہلے تو شاہی مسجد کے زیر سایہ شاہی منڈی کے ایک کونے میں ایک چھوٹا سا کمرہ مجلس احرارِ اسلام کا مرکز تھا۔ لیکن کام اس لیے چلتا رہا کہ رات کو پوری شاہی منڈی احرار کا دفتر ہوتی تھی اور تمام رضا کار اس منڈی میں اکٹھے ہوتے اور وہیں پر صلاح مشورے ہوتے اور پھر رضا کار اسی منڈی میں پریڈ بھی کرتے یہیں احرار اسلام کے جلسے ہوا کرتے۔ شہر کی آبادی کم تھی، منڈی میں اتنی جگہ تھی کہ اس وقت بڑے جلسے بآسانی اس جگہ پر ہو جاتے تھے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ یہاں عوام سے خطاب فرمایا کرتے۔ جب ۱۹۶۲ء میں احرار سے پابندی اٹھائی گئی تو پھر چنیوٹ میں مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی تحریک پر جماعت نے اسی شاہی مسجد کے شمالی دروازے کے بالکل سامنے بازار میں ایک عمارت کے اوپر والے حصوں کو کرائے پر لیا اور یہ احرار اسلام کے دفتر کے طور پر جماعت کی مرکزیت کا باعث بنا رہا۔ ایک کمرہ، کمرے کے آگے چھوٹا سا صحن اور ساتھ ہی غسل خانہ اس دفتر میں اکثر مولانا سید عطاء المحسن بخاری، سید عطاء المومن بخاری اور پھر بعد میں پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری آتے اور رضا کاروں سے ملاقات ہوتی۔ چند برسوں تک یہ دفتر کام دیتا رہا اور جماعتی نظم کی تقویت کا باعث بنا رہا۔ لیکن بعد میں چھوڑنا پڑا۔ اب شہر میں کوئی دفتر نہیں تھا۔ جس کا رضا کاروں سے لے کر جماعت کے رہنماؤں تک سب کو شدت سے احساس تھا۔

بالآخر میری معلومات کے مطابق ۱۹۹۸ء میں ایک قطعہ زمین ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کی محنت و کوشش سے میسر آ گیا اور مارچ ۱۹۹۸ء میں محسنِ احرار مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ نے یہاں مرکز احرار کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ جگہ سرگودھا روڈ پر دریائے چناب کی طرف جاتے ہوئے بائیں ہاتھ کو اور آتے ہوئے دائیں ہاتھ کو سڑک کے کنارے چنیوٹ کے پرانے اڈے سے تقریباً ایک ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔ علاقہ بخاری ٹاؤن ہے اور یہاں پر جو مسجد تعمیر کی گئی ہے اسے مدنی مسجد کا نام دیا گیا ہے۔

یہ قطعہ سطح زمین سے بہت ہی نیچے تھا۔ باہمی مشاورت سے فیصلہ کیا گیا کہ یہاں ایک بڑا کمرہ بنایا جائے۔ اس لیے کہ اگر مٹی سے بھرتی ڈال کر اسے سطح زمین کے برابر کیا جائے گا تو پھر خرچہ زیادہ ہوگا۔ جب یہ کمرہ تعمیر ہو گیا تو وہ کمرہ نہیں تھا بلکہ بہت بڑا ہال بن گیا۔ یہاں پانچ وقت کی نماز ادا کی جاتی، جمعہ کی نماز ادا ہوتی اور بچوں کو قرآن پڑھانے کا کام بھی یہیں پر ہوتا رہا۔ اس طرح چنیوٹ میں یہ مرکز کا آغاز تھا۔ بعد میں پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کی محنت اور

مساعی سے مرکز مکمل ہوا۔ مجھے یاد ہے کہ اسی ہال کے اوپر مسجد کا سنگ بنیاد پیر جی نے ہی رکھا۔ میں اس وقت ان کے ساتھ کھڑا تھا کہنے لگے آؤ تم بھی میرے ساتھ ہاتھ ملا کر اس میں شامل ہو جاؤ۔ جس کے بعد پیر جی نے انتہائی خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور پھر چند برسوں میں یہ مسجد مکمل ہوگئی۔ زیب وزینت اور چند چھوٹے چھوٹے کام باقی ہیں۔ ہال کے آگے برآمدہ، برآمدہ کے باہر صحن، مسجد سے ملحقہ زمین خرید کر مدرس وامام کے لیے رہائشی مکان تعمیر کیا اس کے علاوہ احرار کارکنوں نے بھی ملحقہ پلاٹ خرید کر مسجد کے ساتھ اپنے مکانات تعمیر کیے۔ مسجد کے مرکزی دروازے کے اوپر ایک کمرہ خاص طور بنایا گیا ہے جہاں کارکنوں کے اجلاس ہوتے ہیں۔ نیچے ہال میں بھی قرآن پاک پڑھانے کا اہتمام ہے۔ قاری شاہد صاحب اور مولوی طیب صاحب ایک عرصے سے یہ کام سرانجام دے رہے ہیں۔ جمعہ اور نمازیں پڑھانے کے لیے مولانا محمد طیب صاحب مسجد سے ملحقہ مکان میں ہی رہائش پذیر ہیں۔ مجھے بھی کئی مرتبہ وہاں نماز پڑھنے اور جمعہ پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ نمازوں میں اچھی خاصی رونق ہوتی ہے۔ جماعت کے جلسے بھی اسی مسجد میں ہوتے ہیں۔ خاص طور پر پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری ہر مہینے کا پہلا جمعہ خود پڑھاتے ہیں۔ اس دن شہر کے علاوہ دوسرے شہروں اور علاقوں کے لوگ انھیں سننے کے لیے کثیر تعداد میں آتے ہیں۔ مسجد میں ہر طرح کا انتظام مکمل ہے۔ جرنیٹر بوقت ضرورت کام کرتا ہے۔ غرضیکہ اب ہر لحاظ سے یہ ایک مکمل مرکز ہے۔ ضرورت تھی کہ چناب نگر کے ساتھ چنیوٹ میں بھی ایک مضبوط احرار مرکز ہو جو لوگوں کو قادیانیت کے اصل خدوخال سے متعارف کرا سکے۔ پھر چنیوٹ شہر میں جماعت احرار کی تاریخی حیثیت بھی اس کی متقاضی تھی اس کا سارا کریڈٹ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کو جاتا ہے جنھوں نے انتہائی محنت کے ساتھ اسے تکمیل کے مراحل تک پہنچایا۔ انھیں نامساعدہ حالات کا مقابلہ کرنا آتا ہے۔ وہ ایسی صلاحیتوں کے مالک ہیں کہ جنہیں بروئے کار لا کر کارہائے نمایاں سرانجام دیے جاتے ہیں۔ وہ جب کاوش کو دُھن کی صورت دے کر مرہونِ تگ وناز ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر اپنے کرم کے دروازے کھول دیتا ہے۔ انھیں جماعت سے عشق ہی نہیں بلکہ جنوں ہے اور یہ ان میں وافر موجود ہے۔ کسی شاعر نے عقل، عشق اور جنون کے درمیان فرق کو بڑے اچھے انداز میں پیش کیا ہے

عقل جب ہوش سنبھالے تو بنے جذبۂ عشق  عشق جب رنگ پہ آتا ہے جنوں ہوتا ہے

اسی طرح حفیظ جالندھری کا ایک شعر ہے۔

پروازِ خرد کیا ہے، میری پست خیالی  اے ہمت عالی، مجھے دیوانہ بنا دے

اللہ تعالیٰ تادیر حضرت پیر جی کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور انھیں مزید توفیق عطا فرمائے کہ جماعت کی ترقی وبہتری کے لیے اپنی خدمات انجام دیتے رہیں۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کارواں، راہِ حق وصداقت پر

جوان جذبوں کے ساتھ رواں دواں رہے۔ ان شاء اللہ کاروانِ احرار اسی طرح رواں دواں رہے گا۔ اگر امیر جماعت بڑھاپے کی سطح پہ آ گئے ہیں تو ان کی جوانی ان کے بیٹے سید عطاء المنان بخاری کی صورت میں لوٹ آئی ہے اور سید کفیل بخاری کے بیٹے بھی ایک دن آگے بڑھ کر اس جماعت کے لیے سرگرم کار ہونگے، سید کفیل بخاری نے اپنے بیٹے کا نام ''سید عطاء المحسن'' ایسے تو نہیں رکھا ان کے ذہن میں بھی یہی بات موجود ہے۔ احرار کا یہ جذبۂ حریت نئی نسل میں منتقل ہو رہا ہے میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں تو میرا پوتا طلحہ شبیر تحریک طلباء اسلام کے ساتھ وابستہ ہے اسی طرح احرار کے موجودہ سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے پوری زندگی جماعت احرار پر قربان کر دی ہے تو ان کا بیٹا قاسم چیمہ اس وقت تحریک طلباء اسلام کا صدر ہے۔ میاں محمد اویس، ڈاکٹر محمد عمر فاروق، مولانا تنویر الحسن، مولانا محمد مغیرہ، مفتی صبیح الحسن جیسے عالم و فاضل اور دیگر کئی نوجوان مستقبل میں جماعت احرار کی رہنمائی و قیادت کے لیے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے موجود ہیں اور کہہ رہے ہیں

یہی دل کا تقاضہ ہے سدا محوِ سفر رہنا
نہیں آتا مجھے کوئی بنا کے مستقر رہنا
دلِ مضطر سدا اہلِ جنوں کے سنگ سنگ چلنا
نگاہِ فقر و مستی میں تمہیں ہے معتبر رہنا
سراپا رہنِ مستی ہوں مجھے یہ گُر بھی آتا ہے
ہوس کے تپتے صحرا میں باندازِ دِگر رہنا

**چنیوٹ میں میرے شب و روز:**

زندگی کے اس آخری مرحلے میں عموماً گھر پر ہی رہتا ہوں۔ صبح کے وقت دو چار گھنٹے کچھ پڑھتا ہوں یا پھر لکھتا ہوں۔ ہم پروفیسر لوگ فطرتاً تن آسان ہوتے ہیں۔ صرف لکھ سکتے ہیں یا بول سکتے اور کسی کام کے نہیں ہوتے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم اور جماعت احرار سے وابستگی کا صلہ ہے کہ بہت کچھ لکھا ہے۔ کئی کتابوں کا مصنف ہوں جس میں کچھ نصابی ہیں اور کچھ ایسی جو ردِ قادیانیت کے موضوع پر لکھی گئیں ہیں۔ ''تاریخ محاسبۂ قادیانیت، اقبال اور قادیانیت، احرار، تحریک کشمیر اور قادیانیت'' ''اسلام اور اقتدار اعلیٰ'' اور اب نعتوں کا مجموعہ ''حرف حرف بندگی'' کے نام سے جناب کفیل بخاری کے تعاون سے منصۂ شہود پر آ چکا ہے۔ اس سے پہلے شاعری میں غزلوں کا مجموعہ بھی ''خواب خواب روشنی'' کے نام سے شائع ہوا۔ اردو غزلوں کی دوسری کتاب زیرِ تکمیل ہے۔ آج کل ایک صاحب میری شاعری پر ایم۔ فل کی تیاری کر رہے ہیں۔ گھر میں ہی رہتا ہوں۔ دوستوں کا ایک حلقہ میرے گھر پر ہی آ جاتا ہے اور محفلیں جمتی ہیں ان میں کچھ دینی مدارس سے متعلق علماء بھی ہیں۔ چند نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ عادل یزدانی، حبیب الرحمٰن، سمیع عمران، جناب اللہ دتہ صاحب، عبدالوہاب، مولانا عمیر صاحب، حامد حبیب، مولانا شاہد صاحب اور مولانا عرفان صاحب سے عموماً دینی موضوعات پر گفتگو ہوتی ہے

تذکرۂ سیرت، اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم، حدیث وفقہ، صوفیائے عظام، اولیائے کرام، تاریخ وسیاست اور ملک کے سیاسی حالات پر بھی گفتگو ہوتی ہے۔ یہ بھی اللہ کا کرم ہے کہ میں جب باہر جا کر دوستوں کو ملنے کے قابل نہیں رہا تو اب چند دوست میرے گھر آجاتے ہیں اور محفل جمتی ہے۔ امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دوستوں کے بغیر تو میرا دم گھٹتا ہے۔ میرا بھی یہی حال ہے۔ دوست آجاتے ہیں تو دل ودماغ تازہ ہوجاتے ہیں۔ میں نے ان سے کہہ رکھا ہے کہ ایک آدھ گھنٹے کے لیے نہیں کم ازکم تین گھنٹوں کی نشست ہونی چاہیے۔ دوستوں کے بغیر مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ......

کبھی تو اپنے ہی در پہ میں آپ دستک دوں  اور کہوں بھی آپ کہ آؤ کوئی بھی گھر میں نہیں

ورق ورق زندگی کا سلسلہ بھی ختم ہوا۔ میں نے اپنی طرف سے کوشش کی ہے کہ قارئین کی دلچسپی برقرار رہے، کہاں تک اس میں کامیاب رہا، کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ تو کئی حضرات کی خواہش تھی مگر میں ٹالتا رہا۔ آخر جناب سید کفیل بخاری کے حکم کی تعمیل کرنا پڑی۔ کئی شہروں سے قارئین کے فون آتے رہے اور وہ دلچسپی کا اظہار کرتے رہے۔ میں نے کوشش کی کہ مجلس احرار کے متعلق کچھ ایسے واقعات ضبط تحریر میں آجائیں جو ابھی تک نہیں آئے تا کہ نئی نسل ان حالات وواقعات اور حرار کی ملی خدمات سے متعارف ہوسکے۔ اگر اسے کتابی شکل میں محفوظ کرلیا جائے تو مجھے خوشی ہوگی کہ میری محنت کام آئی۔

اب تو میں لکھ لکھ کر تھک سا گیا ہوں۔ بینائی کمزور ہوگئی ہے اور ہاتھ بھی تھکے تھکے محسوس ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ ملتان میں پروفیسر محمود قریشی مرحوم کے ساتھ سید محمد معاویہ بخاری صاحب سے ان کے گھر پر ملاقات ہوئی تو انھوں نے فرمائش کی کہ ماہنامہ ''الاحرار'' کے لیے مسلسل کچھ لکھا کریں۔ آپ کا میرے والد محترم کے ساتھ جو تعلق رہا ہے اس لحاظ سے بھی آپ کا فرض ہے کہ میرے ساتھ تعاون کریں۔ چنانچہ ان کی اس خواہش کے مطابق ۲۰۰۲ء سے مسلسل لکھ رہا ہوں۔ اور ان شاء اللہ جب تک زندگی رہے گی۔ ''نقیب ختم نبوت'' اور ''الاحرار'' کے لیے لکھتا رہوں گا۔

اپنی زندگی پر بہت خوش ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بہتر اور آسودہ زندگی دی جس میں عافیت ہی عافیت ہے۔ اب تو میں اکثر یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر راضی ہوجائے جس نے اپنے صالح بندوں میں بیٹھنے کا موقع عطا فرمایا اور یہ ان بڑے لوگوں کا ہی فیض ہے کہ کچھ لکھ سکتا ہوں۔ سید ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ خاص طور پر کہ انھوں نے ہی مجھے لکھنے کی تلقین وترغیب دی وہ اس بات پر شدید اصرار کرتے کہ تم لکھا کرو، تم میں لکھنے کی صلاحیت ہے، کہا کرتے تھے کہ تمہارے اندر ایک شاعر بھی موجود ہے جو ایک دن ظاہر ہوگا۔ آج زندہ ہوتے تو خوش ہوتے۔

## جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری کا خواب:

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ انھوں نے مجھے یہ کہا تھا کہ آج خواب میں

''میں نے دیکھا کہ تم ایک خوبصورت طشتری میں کوئی انتہائی چمکدار اور
روشن چیز مجھے تحفے میں دے رہے ہو۔ وہ اتنی روشن تھی کہ میری آنکھوں
میں ہی نہیں میرے دل و دماغ میں بھی روشنی سی محسوس ہوئی''

میں نے مسکرا کر کہا پھر آپ نے یہ تحفہ قبول کیا کہ نہیں، تو کہنے لگے بہ صدق دل قبول کیا۔ اب میں سوچتا ہوں کہ شاید یہ تحریر جو میں نے ''ورق ورق زندگی'' کی صورت میں ضبط کی ہے یا پھر میری وہ کتابیں جو میں نے ردِ قادیانیت میں تحریر کیں ہیں یہی وہ روشن اور چمکدار چیز ہے جو انھیں میری طرف سے خواب میں پیش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مجھے مجلس احرار اسلام کی خدمت کی مزید توفیق دے کہ میں جو کچھ ہوں مجلس احرار کی وجہ سے ہی ہوں۔ ورنہ میں کیا تھا اور کیا ہوں

ہے فقط ان کی نظر کا اعجاز
ورنہ شبّیر میں کیا تھا پہلے

اپنے بارے میں چند شعر میرے ہی ہیں انھی پہ یہ کہانی ختم کرتا ہوں۔ اسے شاعرانہ تعلّی بھی کہہ سکتے ہیں کسی حد تک اس میں حقیقت بھی مضمر ہے۔

حق گو ہوں، حق شناس ہوں، حق کا نقیب ہوں
میں ان کا شوق ہوں کیا خوش نصیب ہوں
قلب و نظر میں میرے ہے آتش جنون کی!
حرفوں میں آگ بھرتا ہوں ایسا خطیب ہوں
دل پتھروں کے جس کی نوا سے ہوئے ہیں شق
میں داستانِ درد کا وہ عندلیب ہوں
لفظوں کو چہرہ دیتا ہوں میں لوحِ شوق پر
خونِ جگر سے لکھتا ہوں میں وہ ادیب ہوں
خالدؔ آشفتہ سر ہوں، رسوا ہوں شہر شہر
بد نام گرچہ میں ہوا لیکن نجیب ہوں

(ختم شد)

☆......☆......☆

ملے گا منزلِ مقصود کا اُسی کو سراغ
اندھیر شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ
میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ حُر کے لیے جہاں میں فراغ
فروغِ مغربیاں خیرہ کر رہا ہے تجھے
تری نظر کا نگہباں ہو صاحبِ مازاغ ﷺ

علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ

حافظ عبیداللہ　　(قسط:٦)

# حضرت مہدی علیہ الرضوان اور مرزا قادیانی
# چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ

## دیگر شیعہ کتب میں بھی ''کرعہ'' کا لفظ ہے

یہ ''کرعہ'' والی بات دوسرے شیعہ مصنفین نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کی ہے، مثلاً:۔

مشہور شیعہ محمد باقر مجلسی نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کی طرف منسوب امام غائب کے بارے میں ایک روایت ذکر کی ہے جس کے اندر یہ الفاظ بھی ہیں:۔

''**فیخرج من الیمن من القریة یُقال لها کرعة علی رأسه عمامتي، متدرّع بدرعي، متقلّد بسیفي ذی الفقار** '' وہ (شیعہ کا بارھواں امام۔ناقل) یمن کے ایک گاؤں سے خروج کرے گا جسے ''کرعہ'' کہا جاتا ہے، اس کے سر پر میرا عمامہ ہوگا اور اس کے پاس میری ڈھال ہوگی اور اس نے میری تلوار ذوالفقار لٹکائی ہوگی۔

(بحارالانوار، جلد 52، صفحہ 380)

لیجئے! اس روایت میں تو صاف طور پر یہ بھی بیان ہوگیا کہ یہ ''کرعہ'' ہندوستان کے ضلع گورداسپور کا نہیں بلکہ یمن کا ایک گاؤں ہے، اور یہ بات پہلے بیان ہوچکی کہ شیعہ کے نزدیک امام غائب اور مہدی کون ہیں۔

ایک اور شیعہ سید ہاشم بحرانی موسوی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے:۔

''**التاسع والسبعون: الأربعین باسناده عن عبدالله بن عمر قال: قال النبی ﷺ: یخرج المهدي من قریة یُقال لها کرعة**''۔ روایت نمبر 79: اربعین میں حضرت عبداللہ بن عمر (صحیح عبداللہ بن عمرو ہے۔ناقل) سے روایت نقل کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مہدی ایک ''کرعہ'' نامی گاؤں سے خروج کرے گا۔

(**غایة المرام وحجة الخصام**، جلد 7، صفحہ 101، مؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت)

## اہل سنت کی کتابوں میں ''کرعہ'' والی روایت کا ذکر

مہدی (علیہ الرضوان) کے ''کرعہ'' نامی گاؤں سے نکلنے کی روایت اہل سنت کی مندرجہ ذیل کتابوں میں ملتی ہے اور ان تمام کتب میں لفظ ''کرعہ'' ہی ہے کسی ایک میں بھی ''کدعہ'' (دال کے ساتھ) نہیں۔

**الاربعون حديثاً في المهدي** (ابونعیم اصفہانیؒ)، روایت نمبر 7۔

**العرف الوردی فی أخبار المهدی** (امام سیوطیؒ)، صفحہ 82، روایت نمبر 84۔

**المعجم لابن المُقريء** (ابوبکر محمد بن ابراہیم اصفہانیؒ)، صفحہ 58، روایت نمبر 94۔

**الكامل في ضعفاء الرجال** (ابن عدی جرجانیؒ)، جلد 6، صفحہ 516، راوی نمبر: 1435۔

نوٹ: ''**معجم ابن المُقری**'' اور ابن عدی کی ''**الکامل فی ضعفاء الرجال**'' کی روایات میں یہ بھی ذکر ہے کہ ''کرعہ یمن کا ایک گاؤں ہے''۔

**عبدالوھاب بن ضحاک کا تعارف**

یہ بات تو روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ اہل سنت اور شیعہ کی جس کتاب میں بھی یہ روایت ملتی ہے وہاں لفظ ''کـرعـہ'' ہی ہے، مرزا قادیانی نے کمال دھوکہ دہی سے ''ر'' کو ''د'' سے بدل کر ''کدعہ'' بنایا اور پھر یہ کہا کہ ''کدعہ'' اصل میں ''قادیان'' کا عربی نام ہے، اب آئیے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ روایت سرے سے قابل اعتبار ہی نہیں کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ہے ''**عبدالوھاب بن ضحاک حِمصی**'' اس کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:۔

☆ امام بخاریؒ نے فرمایا: وہ عجیب قسم کی روایات بیان کیا کرتا تھا۔

☆ امام ابوداودؒ نے فرمایا: یہ روایتیں گھڑا کرتا تھا، میں نے خود اسے دیکھا ہے۔

☆ امام نسائیؒ نے فرمایا: یہ ثقہ نہیں ہے، اسے ترک کر دیا گیا ہے (متروک ہے)۔

☆ امام عقیلیؒ، امام دار قطنیؒ اور امام بیہقیؒ نے فرمایا: یہ متروک راوی ہے۔

☆ امام صالح بن محمد الحافظ نے فرمایا: منکر الحدیث ہے، اس کی زیادہ تر حدیثیں جھوٹی ہیں۔

☆ امام ابن حِبانؒ نے فرمایا: یہ حدیثیں چوری کیا کرتا تھا، اس سے دلیل پکڑنا جائز نہیں۔

☆ امام ابن ابی حاتمؒ نے فرمایا: وہ جھوٹ بولا کرتا تھا۔

☆ امام حاکمؒ اور ابونعیمؒ نے فرمایا: یہ موضوع حدیثیں بیان کیا کرتا تھا۔

(**تهذيب التهذيب**، جلد 2، صفحہ 637)

تو یہ ہے ہندوستانی مہدی مرزا قادیانی کی دھوکہ دہی کا ایک نمونہ اور اس کی پیش کردہ ''حدیث صحیح'' کا حال، کسی نے کیا خوب کہا ہے:۔

نا پختہ ذہانت سے غباوت اچھی......بگڑی ہوئی عقل سے حماقت اچھی

## چانداورسورج گرہن کامشہورزمانہ مرزائی فراڈ

مرزا قادیانی نے اپنی تحریروں میں کئی جگہ یہ دھوکہ دیا ہے اور آج جماعت مرزائیہ بھی یہ فریب دیتی نظر آتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مہدی کی ایک نشانی یہ بیان فرمائی تھی کہ اس کے زمانے میں رمضان کے مہینے میں چانداورسورج گرہن ہوگا، اور مرزا قادیانی کے زمانے میں یہ نشان اس طرح پورا ہوا کہ رمضان کی تیرھویں شب چانداوراسی رمضان کی اٹھائیس (28) تاریخ کوسورج گرہن ہوا، لہذا مرزا قادیانی ہی مہدی ہے۔

قارئین محترم! مرزا قادیانی نے انتہائی بے شرمی کے ساتھ اس بات کو ”نبی کریم ﷺ کا فرمان“ لکھا، جبکہ دنیا کی کسی کتاب میں یہ ذکر نہیں کہ یہ بات نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے، آج بھی جماعت مرزائیہ انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ اسی ضد پر اڑی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے جبکہ وہ خود جس کتاب کے حوالے سے یہ (جھوٹی) روایت پیش کرتے ہیں اس میں بھی یہ نہیں لکھا کہ یہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے، آیئے سب سے پہلے دیکھتے ہیں یہ روایت جو ”سنن دار قطنی“ کے حوالے سے پیش کی جاتی ہے اس کی سند اور الفاظ کیا ہیں، اس کے بعد ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ اس کی سند میں کون کون راوی ”کذاب اور جھوٹا“ ہے، اور پھر یہ بھی بتائیں گے کہ بالفرض اگر اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو جیسے سورج اور چاند گرہن کا اس میں ذکر ہے ویسا گرہن مرزا قادیانی کی زندگی میں تو کیا بلکہ آج تک نہیں لگا، سب سے پہلے روایت کی سند اور الفاظ:۔

”حدّثنا أبوسعيد الاِصطَخري، حدّثنا محمد بن عبدالله بن نوفل، حدّثنا عُبيد بن يَعِيش، حدّثنا يونس بن بُكير، عن عَمرو بن شِمر، عن جابرعن محمد بن علي، قال: ان لمهدينا آيتين لم تكونا منذ خلق السماوات والأرض، ينكسف القمر لأول ليلة من رمضان، وتنكسف الشمس في النصف منه، ولم تكونا منذ خلق السماوات والأرض“۔ ترجمہ: عَمر وبن شمر (جعفی کوفی) نے جابر (بن یزدی جعفی) سے اور اُس نے ”محمد بن علی“ سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا کہ: ہمارے مہدی کی دو ایسی نشانیاں ہیں کہ جب سے زمین وآسمان بنے ہیں یہ دونوں کبھی واقع نہیں ہوئیں (پہلی نشانی) رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن ہوگا اور (دوسری نشانی) رمضان کے نصف (یعنی پندرہ رمضان۔ ناقل) کوسورج گرہن ہوگا، اور یہ دونوں (گرہن) جب سے زمین وآسمان بنے ہیں کبھی نہیں لگے۔ (سنن الدار قطنی، جلد2، صفحات 419و420، طبع مؤسسۃ الرسالۃ)

دوستو! یہ ہیں اُس روایت کے عربی الفاظ اور سند جسے مرزا قادیانی کے مہدی ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اس روایت میں یہ باتیں قابل غور ہیں:۔

☆ جیسا کہ آپ نے دیکھا یہ حدیث رسول ﷺ ہرگز نہیں بلکہ کسی ''محمد بن علی'' نامی شخص کی طرف منسوب قول ہے (جماعت مرزائیہ کی طرف سے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ حضرت زین العابدینؒ کے بیٹے امام باقرؒ ہیں، اگر اِس دعوے کو صحیح بھی فرض کرلیا جائے تو بھی یہ بات حدیث رسول ﷺ ہرگز نہیں بن سکتی بلکہ امام باقر تو صحابی بھی نہیں کہ یہ فرض کیا جائے کہ انہوں نے یہ بات آنحضرت ﷺ سے سُنی ہوگی)۔

☆ اگر بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ بات ''امام باقرؒ'' نے ہی فرمائی ہے اور اسے صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی ان کے الفاظ ہیں ''ان لمھدینا آیتین'' ہمارے مہدی کی یہ دو نشانیاں ہیں، اور ہمارے مہدی سے مراد وہ مہدی ہیں جو عترت رسول ﷺ اور اولاد فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ہوں گے، قادیانی وہ احادیث کیوں بھول جاتے ہیں جن کے اندر خاندان سادات کے چشم وچراغ مہدی کا تعارف بیان ہوا ہے؟۔

☆ اس روایت کی سند میں دو راوی (عَمر و بن شمر اور جابر جعفی) ہیں جن کا تعارف ہم آگے بیان کریں گے۔

☆ اس روایت کے عربی الفاظ میں صاف طور پر یہ بیان ہے کہ ''چاند گرہن رمضان کی پہلی رات کو'' (لأول لیلۃ من رمضان) اور سورج گرہن ماہِ رمضان کے نصف یعنی آدھے رمضان (النصف منہ) میں لگے گا، اور واقعی رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن اور ماہِ رمضان کے نصف میں سورج گرہن آج تک نہیں لگا۔ واضح رہے کہ یہاں یہ الفاظ نہیں کہ ''چاند گرہن والی راتوں میں سے پہلی رات میں چاند گرہن اور سورج گرہن والے دنوں میں سے درمیان والے دن سورج گرہن لگے گا'' جیسے مرزا قادیانی نے کئی جگہ اپنی طرف سے یہ الفاظ اس روایت میں اضافہ کیے ہیں (اس کی جہالت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے اُس نے ''النصف منہ'' کا مطلب یہ بیان کیا کہ ''سورج گرہن کے دنوں میں سے درمیانے دن سورج گرہن ہوگا'' جب کہ عربی میں ''نصف'' کہتے ہیں آدھے کو نہ کہ درمیانے کو۔

☆ نیز اس روایت میں دوبار یہ ذکر ہے کہ ''ایسا گرہن جب سے زمین وآسمان بنے ہیں کبھی نہیں لگا''، یہاں ہرگز ایسا کوئی ذکر نہیں کہ ''کسی مدعی مہدیت کے زمانے میں ایسا چاند یا سورج گرہن نہیں لگا'' بلکہ مطلقاً ایسا گرہن نہ لگنے کا ذکر ہے، اور جیسا گرہن مرزا قادیانی کی زندگی میں بتایا جاتا ہے ویسا گرہن مرزا سے پہلے کئی بار لگ چکا ہے اور مرزا کے بعد بھی جب تک یہ نظام فلکی موجود ہے لگتا رہے گا، اور مزے کی بات سنہ 1851ء بمطابق 1267ھ میں جب مرزا کی عمر ابھی گیارہ یا بارہ سال تھی رمضان المبارک کی انہی تاریخوں میں یعنی 13 رمضان کو چاند گرہن اور 28 رمضان کو سورج گرہن لگا تھا اور اُس وقت ''محمد احمد سوڈانی'' موجود تھا جس نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا، یہ وضاحت ہم نے اس لئے کردی کہ مرزا قادیانی نے انتہائی چالاکی کا ثبوت دیتے ہوئے اس روایت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا تھا:۔

''ترجمہ تمام حدیث کا یہ ہے کہ ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں جب سے زمین وآسمان کی بنیاد ڈالی گئی وہ نشان کسی ماموراور مرسل اور نبی کے لئے ظہور میں نہیں آئے''۔ (تحفہ گولڑویہ، رخ 17، صفحہ 132)

جبکہ اِس جھوٹی روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا ترجمہ ہو کہ ''جب سے زمین وآسمان بنے ہیں یہ نشان کسی مامور، مرسل اور نبی کے لئے ظہور میں نہیں آئے''، روایت کے الفاظ کا ترجمہ صرف یہ ہے کہ ''جب سے زمین وآسمان کی پیدائش ہوئی ہے ایسا چاند اور سورج گرہن کبھی نہیں ہوا''، اِس میں نہ مامور کا ذکر اور نہ مرسل یا نبی کا۔

مرزا قادیانی کا نبی کریم ﷺ پر جھوٹ

دوستو! آپ نے دیکھا کہ سنن دارقطنی میں جو روایت ہے اس میں کسی ''محمد بن علی'' کا قول بیان ہوا ہے، لیکن مرزا قادیانی لکھتا ہے:۔

''**فاعلموا ایها الجهلاء والسفهاء أن هذا حديث من خاتم النبيين وخير المرسلين وقد كُتب في الدار قطني الذى مرّ على تأليفه أزيد من ألف سنة**'' اے جاہلو اور بے وقوفو! جان لو کہ یہ خاتم النبیین اور خیر المرسلین (ﷺ) کی حدیث ہے جو دارقطنی میں لکھی ہے جس کی تالیف پر ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے۔ (نور الحق الحصّة الثانية، رخ 8، صفحہ 353)

کیا مرزا قادیانی کا کوئی امتی یہ بات ''خاتم النبیین ﷺ'' کا فرمان ثابت کر کے مرزا قادیانی کو جہنمی ہونے سے بچا سکتا ہے؟ پھر قارئین کی معلومات کے لئے عرض کردوں کہ یہاں مرزا قادیانی نے ایک اور جہالت کا ثبوت بھی دیا ہے وہ اس طرح کہ اُس کی یہ کتاب ''نورالحق حصہ دوم'' پہلی بار سنہ 1311 ہجری میں شائع ہوئی (جیسا کہ کتاب کے بار اول کے ٹائٹل پر لکھا ہے) اور مرزا نے اپنی اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ''سنن دارقطنی کی تالیف پر ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے'' اب اگر 1311 ہجری میں سے ہزار سال نکالے جائیں تو جواب آتا ہے 311 ہجری، اور اس وقت امام دارقطنیؒ کی عمر صرف پانچ سال تھی کیونکہ ان کی پیدائش سنہ 306 ہجری میں ہوئی تھی تو کیا جماعت قادیانیہ کا کوئی مؤرخ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ امام دارقطنیؒ نے یہ کتاب صرف تین یا چار سال کی عمر میں تالیف کی تھی؟ تا کہ مرزا کی یہ بات سچ ثابت ہو جائے کہ سنہ 1311ھ تک اس کتاب کی تالیف پر ''ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ'' گذر چکا تھا؟۔

یہ روایت جھوٹی اور موضوع ہے

حقیقت حال یہ ہے کہ یہ روایت جھوٹی اور من گھڑت ہے اور کذاب راویوں نے ''محمد بن علی'' کے نام سے

گھڑی ہے، ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔

**عَمرو بن شِمر الجُعفي الكوفي**

اِن صاحب کا تعارف حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے کچھ یوں کروایا ہے:۔

☆ امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: یہ کچھ بھی نہیں۔

☆ اامام جوزجانیؒ کہتے ہیں: یہ جھوٹا ہے۔

☆ امام ابن حِبانؒ کہتے ہیں: یہ رافضی ہے جو صحابہ کو گالیاں دیتا تھا اور ثقہ لوگوں کے نام سے موضوع حدیثیں بنایا کرتا تھا۔

☆ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: یہ منکر الحدیث ہے۔

☆ امام نسائیؒ فرماتے ہیں: یہ ضعیف ہے۔

☆ خود امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں: یہ ضعیف ہے۔

☆ امام سلیمانیؒ کہتے ہیں: یہ رافضیوں کے لئے حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔

☆ امام ابوحاتمؒ نے فرمایا: یہ منکر الحدیث، ضعیف اور متروک ہے۔

☆ امام ابوزرعہؒ کہتے ہیں: یہ ضعیف ہے۔

☆ امام نسائی فرماتے ہیں: یہ ثقہ نہیں ہے، اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔

☆ امام ابن سعدؒ فرماتے ہیں: یہ بہت زیادہ ضعیف اور متروک الحدیث ہے۔

☆ امام ساجیؒ کا کہنا ہے: یہ متروک الحدیث ہے۔

☆ امام ابواحمد حاکمؒ فرماتے ہیں: یہ جابر جعفی سے موضوع روایات بیان کیا کرتا تھا۔

☆ عقیلیؒ، ابن جارودؒ، دولابیؒ اور ابن شاہینؒ نے اسے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔

☆ امام ابونعیمؒ فرماتے ہیں: یہ جابر جعفی سے منکر اور موضوع حدیثیں بیان کیا کرتا تھا۔

(لسان المیزان، جلد 6، صفحات 210و211، مکتب المطبوعات الاسلامیہ)

**جابر بن يزيد الجُعفي الكوفي**

اس روایت کے ایک راوی یہ صاحب ہیں، اگرچہ بعض ائمہ سے ان کی توثیق منقول ہے لیکن اکثریت انہیں ثقہ

نہیں سمجھتی، ملاحظہ فرمائیں:۔

☆امام یحییٰ بن معینؒ نے کہا: جابر جھوٹا ہے۔

☆ امام لیث بن سلیمؒ کہتے ہیں: وہ جھوٹا ہے۔

☆ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا نہیں دیکھا۔

☆ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں: یحییٰ قطانؒ نے جابر کو ترک کر دیا تھا۔

☆ امام نسائیؒ کا قول ہے: وہ متروک ہے۔

☆ امام ابوداودؒ کہتے ہیں: میرے نزدیک وہ حدیث میں قوی نہیں ہے۔

☆ امام ابن عیینہؒ کا کہنا ہے: میں نے جابر کو ترک کر دیا۔

☆ امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: جابر (بارھویں امام) کی رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔

☆ امام جوزجانیؒ نے فرمایا: وہ کذاب (جھوٹا) ہے۔

☆ امام ابن حبانؒ کہتے ہیں: وہ سبائی تھا اور عبداللہ بن سبا کی پارٹی سے تھا۔

☆ امام عقیلیؒ زائدہؒ سے نقل کرتے ہیں: وہ رافضی تھا اور صحابہؓ کو گالیاں دیتا تھا۔

(میزان الاعتدال، جلد1، صفحات 351 تا354، دار الرسالة العالمية)

☆ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں: جابر شیعہ کے بڑے علماء میں سے تھا، اگرچہ امام شعبہؒ نے اس کی توثیق کی ہے لیکن وہ توثیق شاذ ہے، حفاظ حدیث کے نزدیک یہ متروک راوی ہے۔

(الكاشف في من له رواية في الكتب الستة، جلد1، صفحہ 288، طبع سعودیہ)

☆ ابوعوانہؒ کہتے ہیں: سفیان ثوریؒ اور شعبہؒ نے مجھے جابر (جعفی) سے حدیث لینے سے منع کیا۔

☆ یحییٰ بن یعلیٰؒ نے کہا: اللہ کی قسم وہ جھوٹا تھا۔

☆ امام عقیلیؒ نے لکھا ہے: سعید بن جبیرؒ نے اسے جھوٹا کہا ہے۔

☆ امام ابن سعدؒ کہتے ہیں: وہ بہت زیادہ ضعیف تھا۔

☆ امام ساجیؒ نے فرمایا: سفیان بن عیینہؒ نے اسے جھوٹا کہا ہے۔

☆ میمونیؒ کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا: کیا جابر (جعفی) جھوٹ بولتا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں اللہ کی قسم۔

(تهذيب التهذيب، جلد1، صفحات 283 تا286، مؤسسة الرسالة)

☆ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: یہ ضعیف اور رافضی ہے۔

(تقریب التھذیب، صفحہ 137، طبع دار الرشید، حلب)

قارئین محترم! ہمارے خیال میں یہ روایت جس میں چاند اور سورج گرہن کو مہدی کی نشانی بتایا گیا ہے عمرو بن شمر نے گھڑی ہے اور ''محمد بن علی'' کے نام تھوپ دی ہے، اور تمام علماء حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ ''عمرو بن شمر'' کا کام ہی جھوٹی روایتیں بنانا تھا۔

## چند مرزائی شبہات کا ازالہ

خود مرزا قادیانی نے بڑی صراحت کے ساتھ لکھا تھا کہ ''جو روایت امام بخاریؒ کی شرط کے مخالف ہو وہ قابل قبول نہیں'' (تحفہ گولڑویہ، رخ 17، صفحات 119 و 120) اسی طرح مرزا قادیانی نے یہ بھی لکھا تھا کہ مہدی کے بارے میں جس قدر احادیث ہیں سب مجروح اور مخدوش ہیں اور ایک بھی ان میں صحیح نہیں، پھر سنن ابن ماجہ اور سنن دارقطنی کی وہ روایات جو حقیقت میں ضعیف اور نا قابل قبول ہیں کس طرح ''صحیح ترین'' بن گئیں؟ بلکہ چاند اور سورج گرہن والی اس جھوٹی روایت کو نہایت بے شرمی کے ساتھ ''حدیث رسول'' لکھا گیا اور آج بھی لکھا جاتا ہے (قادیانی ویب سائٹ پر کسی ''مسعود ناصر'' نامی قادیانی کا ایک کتابچہ موجود ہے جس کا نام ہے ''خسوف وکسوف کا نشان'' اور اس میں صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ یہ بات نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہے) دوسری طرف خود جماعت مرزائیہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ علم اصول حدیث کے مطابق یہ روایت جھوٹی اور نا قابل اعتبار ہے، لیکن پھر بھی اسے صحیح ثابت کرنے اور مرزا قادیانی کو مہدی بنانے کے لئے چند احمقانہ دلیلیں دیتی ہے، ہم مختصر طور پر ان شبہات کا جائزہ لیتے ہیں۔

## اس روایت میں بیان کی گئی بات کا پورا ہو جانا ثابت کرتا ہے کہ یہ روایت سچی ہے

جواب: یہ مرزائی دعویٰ ہی غلط ہے کہ اس روایت میں بیان کی گئی بات پوری ہوئی، کیا مرزا قادیانی کا کوئی امتی بتا سکتا ہے کہ اس روایت کے الفاظ کے مطابق رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن اور رمضان کے نصف میں سورج گرہن کب لگا؟ نیز یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی حدیث نہیں ہے بلکہ عمرو بن شمر جیسے رافضی اور جھوٹے راوی کی گھڑی ہوئی روایت ہے جو اُس نے ''محمد بن علی'' کی طرف منسوب کر دی۔

(جاری ہے)

مفتی سعید احمد☆

# حضرت مولانا مجاہد الحسینی مدظلہٗ کی اہلیہ مرحومہ

# تحریکِ ختمِ نبوّت کی ایک خاموش مجاہدہ

تاریخِ انسانیت میں بالعموم اور تاریخِ اسلام میں بالخصوص ایسی بہت سی خواتین گزری ہیں جنھوں نے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ تاریخِ انسانیت میں حضرت حوّا، ہاجرہ، آسیہ زوجۂ فرعون، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ و بہن، امرأۃ عمران (حنّۃ بنت فاقوذ)، حضرت مریم بنت عمران سلام اللہ علیہن ان میں شامل ہیں۔ جبکہ تاریخ اسلام میں سیدہ خدیجہ وسیدہ عائشہ ودیگر ازواج مطہرات، سیدہ فاطمہ وبنات طاہرات، صحابیات میں علمی میدان میں الشفاء بنت عبداللہ، مجاہدانہ کردار میں زِنّیرہ، خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اُمّ سُلَیم رضی اللہ عنہن ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔ بعد کے ادوار میں زہد وتقویٰ میں رابعہ بصریہؒ، حجاج کرام کے لیے نہر زبیدہ بنوانے والی زبیدہ زوجۂ ہارون الرشید، علامہ شبلی نعمانیؒ وسید سلیمان ندویؒ کو سیرت النبی ﷺ کی تصنیف کے لیے مالی تعاون فراہم کرنے والی شاہجہان بیگم نواب آف بھوپال مختلف ادوار کی چند نمایاں مثالیں ہیں۔ ایسی خواتین کی بھی کمی نہیں جنھوں نے پس منظر میں رہ کر اپنے مردوں کا حوصلہ بڑھا کر دینی خدمات وتحریکات میں انھیں مطلوبہ کردار ادا کرنے کے قابل بنایا، تحریکِ ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء کی ایک ایسی ہی خاموش مجاہدہ اہلیہ مرحومہ مولانا مجاہد الحسینی کا مختصر تذکرہ پیش خدمت ہے جو ۳۰؍ مئی ۲۰۱۵ء کو بروز ہفتہ اللہ کو پیاری ہوگئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مجاہد الحسینی اور مرحومہ دونوں کا آبائی وطن سلطان پور لودھی ریاست کپورتھلہ ہے۔ مرحومہ کی ولادت ۱۹۳۸ء میں ہوئی، تحریکِ قیام پاکستان کے دوران ان کے والد عبدالعزیز، ممانی اور چھوٹا بھائی شہید ہوگئے، مرحومہ نے اپنے ماموں محمد دین کی سرپرستی میں ہجرت کی اور چیچہ وطنی میں مقیم ہوئے، جب کہ مولانا کربناک حالات سے دوچار ہوکر لاہور پہنچے، شورش کاشمیری سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر شریعت خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ میں نوابزادہ نصر اللہ خان کے ہاں مقیم ہیں، امیر شریعتؒ کے ساتھ عقیدت کے علاوہ ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المنعم بخاریؒ جو کہ جالندھر میں مولانا کے ہم سبق رہ چکے تھے کی کشش بھی تھی کہ مولانا خانگڑھ گئے اور پھر شاہ صاحبؒ کے مشورے سے مظفر گڑھ شہر میں آباد ہو گئے۔ ۱۹۴۹ء میں مرحومہ مولانا کے نکاح میں آئیں، پاکستان میں مولانا کی صحافتی زندگی کا آغاز ابوسعید بزمی کے زیرِ ادارت روزنامہ ''احسان'' میں مکتوب مظفر گڑھ کے زیرِ عنوان کالم نگاری سے ہوا، پھر زمیندار سدھار ملتان کے مدیر مقرر ہوئے جو اس سے پہلے معروف شاعر حافظ مظہر الدین مدراسی کے زیرِ ادارت نکلتا تھا، روزنامہ ''زمیندار سدھار'' کے مالک

☆خطیب جامع مسجد الامین، فیصل آباد

کے کچھ عزیز قادیانی تھے، مولانا کی زیرِ ادارت اخبار میں قادیانیوں کے خلاف ایک خبر چھپنے پر ان مرزائی اعزّہ کے دباؤ پر مولانا ادارت سے سبکدوشی پر مجبور ہو گئے۔ جس کے بعد مولانا نے ہفت روزہ ''غریب ملتان'' جاری کیا اس میں نظم ''لو پھر بہار آئی، ربوہ کی یاد آئی'' شائع ہونے پر مرزائی ڈپٹی کمشنر ملتان ایس ایم حسن نے پرچہ بند کرنے اور ۵سو روپے زرِّ ضمانت ضبط کرنے کا حکم جاری کیا، جس پر مولانا نے پرچہ بند کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ بعد ازاں ۱۹۵۱ء میں امیر شریعت کے مشورے سے مجلس احرار اسلام کے ترجمان لاہور سے روزنامہ ''آزاد'' کی ادارت سنبھالی، جس کے مدیر اس سے پہلے نوابزادہ نصر اللہ خان اور شورش کاشمیری رہ چکے تھے۔ ۱۹۵۳ء میں تحریکِ ختمِ نبوّت شروع ہونے پر روزنامہ ''آزاد'' بھی بند کر دیا گیا اور گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ حضرت امیر شریعت کو کراچی سے اور مولانا مجاہد الحسینی کو مظفر گڑھ سے گرفتار کر لیا گیا، یہ وہ نازک مرحلہ تھا کہ ایسی شریکۂ حیات جس کے سر پر باپ کا سایہ پہلے سے نہیں، شوہر کی گرفتاری پر حوصلہ ہار سکتی تھی لیکن مرحومہ نے صبر واستقامت کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا، مولانا مجاہد الحسینی ایک ماہ مظفر گڑھ جیل میں قید رہنے کے بعد لاہور سنٹرل جیل منتقل کیے جانے کے موقع پر مرحومہ نے پہلی مرتبہ اپنے شوہر کو ہتھکڑی میں جکڑا دیکھا تو بھی ضبط کا بندھن ٹوٹنے نہ پایا، لاہور جیل منتقل ہونے پر مرحومہ نے اماں جی (اہلیہ محترمہ امیر شریعتؒ) کو اطلاع کا خط لکھا جس کے جواب میں اماں جی نے اپنی ہونہار فاضلہ ادیبہ بیٹی سیدہ اُمِّ کفیل بخاری جنھوں نے امیر شریعت پر ''سیدی وابی'' کے زیرِ عنوان کتاب تصنیف کی، سے خط لکھوایا جو درج ذیل ہے:

ملتان

۶ / اپریل ۵۳

صدیقہ بہن سلامت رہو۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ طالبہ خیر مع الخیر

کئی دن ہوئے کہ آپ کا خط ملا تھا۔ بھائی مجاہد صاحب کی گرفتاری کی خبر معلوم ہوئی آپ گھبرائیں نہ اور خدا سے کامیابی کی دعا کیا کریں۔ اور اطلاع دیں کہ مجاہد بھائی کو کس جیل میں رکھا ہے۔ کوئی خط آیا ہے یا نہیں اباجی کا خط آیا تھا پہلے کراچی سے اب کل اور آج دو خط آئے ہیں سکھر جیل سے وہ خیریت سے ہیں اماں جی بہت بہت سلام اور دعاء مسنون کہتی ہیں۔ اپنی بھاوج سے بھی ان کا پیار اور میرا سلام کہہ دیں۔ اماں جی کہہ رہی ہیں کہ ہو سکے تو آپ سب آیت کریمہ کا ختم کریں اور کامیابی کی دعا کریں۔ (سوا لاکھ کا ایک ختم ہوگا)

والسلام

آپ کی بہن: ص

خط کے مضمون سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ تحریک کے ان رہنماؤں کی حوصلہ مند ازواج کے ہاں اپنے شوہروں کی رہائی کی فکر دامن گیر نہ تھی، بلکہ فکر تھی تو تحریک کی کامیابی کی، مولانا مجاہد الحسینی کی اہلیہ محترمہ واحد خاتون تھیں جن کے نام اماں جی (زوجہ محترمہ امیر شریعتؒ) نے اس موقع پر اس مضمون کا خط لکھوایا جس سے دونوں گھرانوں کے قریبی مراسم پر روشنی پڑتی ہے۔

امیر شریعت کو کراچی سے سکھر اور پھر لاہور سنٹرل جیل منتقل کیے جانے پر تحریک کے صفِ اوّل کے تمام رہنما یکجا ہو گئے۔ لاہور جیل کے ایک سالہ عرصۂ اسیری کے دوران مرحومہ ہر پندرہ روز بعد مظفر گڑھ سے مولانا سے ملاقات کے لیے لاہور آتی رہیں۔ اس دوران مظفر گڑھ میں واحد ذریعہ معاش باغ بھی ہتھیا لیا گیا۔ معاشی تنگی کا سامنا بھی رہا۔ لیکن کسی ملاقات میں کوئی شکوہ شکایت زبان پر نہ آئی۔ بلکہ سرکاری اہلکاروں نے مکان واپس لینے کی بھی دھمکی دی تو نہایت جرأت مندی کے ساتھ انھیں یوں لاجواب کیا کہ جہاں سے ہم آئے ہیں انڈیا کا ہمیں ویزہ دیدو ہم واپس چلے جاتے ہیں، یہ سن کر پولیس شرمندہ ہو کر واپس چلی گئی۔

لاہور جیل کے عرصہ اسارت کے دوران مرحومہ سے وابستہ اہم واقعہ یہ کہ مولانا مودودی نے اپنے مقدمہ کی سماعت کے دوران عدالت میں بیان دیا تھا کہ ہماری جماعت تحریک کے ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے میں سرے سے شامل نہیں تھی اور ہمارے صرف دو ارکان نے اس میں حصہ لیا تھا۔ جنھیں ہم نے جماعت سے خارج کر دیا تھا۔ جیسا کہ مولانا مودودی کی کتاب ''قادیانی مسئلہ'' میں بھی درج ہے جبکہ حقیقت یہ تھی کہ ۱۶؍جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں حاجی مولانا بخش سومرو کی کوٹھی پر علامہ سید سلیمان ندویؒ کی زیرِ صدارت اجلاس ہوا جس کے پہلے سیشن میں ۲۲ نکات طے کیے گئے اور دوسرے سیشن میں تحریک ختم نبوت چلانے کا فیصلہ ہوا اس فیصلے میں مولانا مودودی اور دیگر ارکان شامل تھے جبکہ اس کے بعد کے اجلاس میں شیخ سلطان احمد امیر جماعت اسلامی سندھ شریک تھے جس میں ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ ہوا اور تحریک ہی کی وجہ سے جماعت کے سات آٹھ مرکزی قائدین جیل میں تھے اور اس دوران انھوں نے کبھی تحریک سے علیحدگی کا عندیہ نہیں دیا تھا۔

اس بیان پر امیر شریعت نے مولانا مجاہد الحسینی سے فرمایا کہ کراچی کے اجلاس کے شرکاء کی فہرست کہاں ہے جس میں آپ نے سب سے دستخط لیے تھے۔ مولانا نے بتایا کہ وہ گھر میں ہے چنانچہ اب کی بار مولانا کی اہلیہ اپنے بھائی کے ہمراہ حسبِ معمول ملنے آئیں تو مولانا نے ان کے ذمے لگایا کہ فلاں فلاں فائل میں موجود وہ کاغذ آئندہ حاضری میں لیتی آئیں، چنانچہ آئندہ ملاقات میں مرحومہ نے اپنے بھائی رحمت الٰہی کے تعاون سے اس کاغذ کی فوٹو کاپی جو کہ شیشے پر عکس بندی کی صورت میں ہوتی تھی کرا کر جیل میں مولانا کو پیش کر دی۔ حضرت امیر شریعت نے مولانا مودودی کی اس اجلاس میں شرکت کا یہ ثبوت ملنے پر اپنے اسیر ساتھیوں کو بھی دکھایا، چنانچہ یہ تاریخی دستاویز جسٹس منیر کی سربراہی میں قائم منیر انکوائری کمیشن میں پیش کی گئی اور کمیشن کی رپورٹ میں بھی اس کا حوالہ موجود ہے۔

تحریکات میں ایسے کردار کی حامل نجانے کتنی خواتین ہیں جو گوشۂ گمنامی میں ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان خاموش کرداروں کو اجاگر کیا جائے تاکہ آئندہ نسلوں کے لیے نمونہ عمل بنے نیز اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ دینی خدمات و تحریکات میں خواتین کو شامل کرتے ہوئے ان کی تربیت کا اہتمام کیا جائے، کیا وجہ ہے کہ قادیانیوں کی تو خواتین کی مستقل تنظیم ''**لجنہ اماء اللّٰہ**'' اور اس کا ترجمان رسالہ ہو اور تحفظ ختم نبوت کی تنظیمات میں خواتین کے لیے کوئی شعبہ نہ ہو، اللہ تعالیٰ ہی راہ ہدایت عطا کرے۔ (آمین)

خالد ہمایوں

# ''شورش کاشمیری بحثییت صحافی''...... تحقیق کی ایک بری مثال

آغا شورش کاشمیری مرحوم و مغفور (1917ء۔1975ء) پر پی ایچ ڈی کی سطح پر دو تحقیقی مقالے لکھے گئے ہیں: ایک میں ان کی ادبی اور دوسرے میں صحافتی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ پہلا مقالہ سردار احمد اور دوسرا وقار چودھری نے لکھا۔ سردار احمد مرحوم کا مقالہ ابھی تک پنجاب یونیورسٹی لائبریری کی زینت بنا ہوا ہے، لیکن وقار چودھری نے اپنا مقالہ حال ہی میں پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے شائع کروا دیا ہے، صفحات 248 ہیں اور پیشکش دیدہ زیب!

پیش لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب وقار چودھری آج کل ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان (اے پی پی) کے ریجنل ڈائریکٹر (لاہور) ہیں۔ انہوں نے مذکورہ مقالہ شعبہ صحافت پنجاب یونیورسٹی کے ممتاز استاد جناب ڈاکٹر مسکین علی حجازی کے زیرِ نگرانی تحریر کیا تھا۔ ڈاکٹر وقار لکھتے ہیں: ''مَیں یہ نہیں کہتا کہ مَیں نے جو کچھ لکھا ہے وہ حرفِ آخر ہے۔ مجھے جو مواد دستیاب ہوا اور اصحاب علم و فضل نے مجھے جو کچھ بتایا مَیں نے اپنی آراء اسی پر مبنی کی ہیں۔'' (ص 12)

ڈاکٹر وقار نے پیش لفظ میں یہ بھی رقم فرمایا ہے کہ وہ آغا شورش کے بارے میں مواد حاصل کرنے کے لئے دو مرتبہ بھارت گئے اور وہاں کی سات بڑی لائبریریوں سے استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ اسلام آباد اور لاہور کی چار لائبریریوں تک بھی پہنچے۔ پیش لفظ میں دی گئیں ان معلومات سے قاری خاصا مرعوب ہو جاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جس تحقیقی کاوش کے لئے مقالہ نگار دو دفعہ بھارت گئے اور 11 لائبریریاں کھنگال ڈالیں۔ اُس کا معیار یقیناً بہت بلند ہوگا، لیکن کتاب کے آخری صفحے تک پہنچتے پہنچتے اس کی توقع دم توڑ دیتی ہے۔ وہ بڑی سہولت کے ساتھ یہ نتیجہ اخذ کر لیتا ہے کہ مقالہ نگار نے ہفت روزہ ''چٹان'' کا شورش کاشمیری نمبر، آغا صاحب مرحوم کی اپنی اور دو چار دیگر مصنفین کی کتابیں میز پر رکھیں اور قلم سنبھال لیا۔ مقالے کے آخر میں جن 17 شخصیات سے انٹرویو کرنے کی اطلاع دی گئی ہے، اس کا مقصد بھی صرف قاری کو مرعوب کرنا ہے، کیونکہ پوری کتاب میں ایک جگہ بھی کسی انٹرویو کا حوالہ نہیں ملتا۔

کتاب کا عنوان ہے: ''شورش کاشمیری بحثییت صحافی''۔ مصنف نے اس حوالے سے صرف دو اَبواب رقم فرمائے ہیں: ''شورش کاشمیری کی صحافتی زندگی'' اور ''اُردو صحافت کا ایک اہم باب ہفت روزہ چٹان''، ان 42 صفحات میں ایک تو برصغیر پاک و ہند میں صحافت کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ دوسرے آغا صاحب کی صحافت کا صرف ہفت روزہ ''چٹان'' کی حد تک جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں یہی بات بار بار دہرائی گئی ہے کہ جریدہ ''چٹان'' سولو جرنلزم کی مثال تھا۔ سارا پرچہ

آغا صاحب مختلف قلمی ناموں سے بھر دیتے تھے۔ مذکورہ بالا دونوں ابواب میں چاہئے تھا کہ شورش کی اداریہ نگاری اور ان کی دیگر تحریروں کی زبان کے محاسن پر بھی روشنی ڈالی جاتی، لیکن مصنف نے اس طرف توجہ ہی نہیں دی۔ البتہ مختلف ادوار میں رسالے کا سائز کیا رہا، صفحات کتنے رہے اور قیمت کیا رہی وغیرہ پر خوب طبع آزمائی کی ہے۔ مصنف نے تسلیم کیا ہے کہ آغا صاحب سید حبیب کے اخبار ''سیاست'' اور احرار کے اخبار ''آزاد'' سے بطور ایڈیٹر وابستہ رہے، لیکن مصنف نے اس حوالے سے کوئی ایک تجزیاتی سطر تک نہیں لکھی۔ آغا شورش صحافت اور خطابت میں زبان کے خاص تیور رکھتے تھے۔ ان سے محبت رکھنے والے لوگ ان کی زبان آوری سے لطف اندوز ہونے کے لئے ان کی تقریریں سنتے اور تحریریں پڑھتے تھے، لیکن آغا صاحب پر تحقیق فرمانے والے جناب وقار چودھری نے مقالے میں جو زبان اختیار کی ہے، آپ اس کے حسن و قبح کا اندازہ ان چند جملوں سے بخوبی لگا سکتے ہیں:

☆ ''تب مسجد کے گنبدوں سے آغا سے آغا شورش کاشمیری زندہ باد کے نعرے گونج اٹھے۔'' (ص:53)

☆ ''دوسری طرف ان راہنماؤں کے خلاف آپ کے دل میں باغیانہ سوچ پیدا ہوتی گئی اور مرتے دم تک آپ نے حق و باطل کا ساتھ دیا۔'' (ص:100)

☆ ''انہیں جو جیب خرچ ملتا، اس سے کتابیں یا رسائل خریدتے اور پلک جھپکتے ہی اسے مکمل ختم کرنے کے لئے پڑھتے جاتے۔'' (ص:101)

☆ ''اور آخر دم تک اپنے قلم کی نوک سے حکمرانوں کے در و دیوار کو آن واحد میں چکنا چور کرتے رہے''۔ (ص:144)

☆ پھر صدر محمد ایوب خان (صدر پاکستان) کی ایوبی آمریت کے خلاف محبِّ وطن سیاسی راہنماؤں کے شریک سفر ہو گئے۔'' (ص:121)

☆ ''مطالعہ اور عمومی حالات نے ہندوستان میں آزادی کے لئے اٹھنے والے ہر کسی کے لئے آغا شورش کاشمیری نے اٹھتا ہوا سمندر پیدا کیا۔ (ص:58)

☆ ''آغا صاحب خود فرماتے ہیں کہ اس دوران جو چیز میں نے حاصل کا وہ تقریر کی ملکہ تھا۔'' (ص:86)

☆ ''اپنی آواز کو ظالموں کے اونچ بنگلوں اور محلوں تک پہنچانا اور ان کی بنیادوں کو ہلانا آغا شورش کاشمیری کا نصب العین تھا۔'' (ص:101)

مصنف محترم نے درست لکھا ہے کہ آغا صاحب کی سیاسی زندگی کا آغاز مسجد شہید گنج کی بازیابی کی تحریک سے ہوا۔ جب ان پر حقائق کھلے تو وہ مولانا ظفر علی خان کی تنظیم مجلس اتحاد ملت سے الگ ہو گئے، لیکن یہ واضح نہیں فرمایا کہ وہ

حقائق کیا تھے کہ جن کے انکشاف کے بعد آغا صاحب بدل ہو گئے۔ ڈاکٹر وقار نے اپنی ممدوح شخصیت کے سوانح پر کم و بیش ڈیڑھ سو صفحات لکھے ہیں، لیکن واقعات کے بیان میں حسن ترتیب کو بالکل ملحوظ نہیں رکھا۔ آغا صاحب کی قبل از تقسیم کی صحافت سے تو بالکل ہی آنکھیں چرالی ہیں، بعد کے دور پر سوائے قید و بند کے مرحلوں کے اور کچھ نہیں لکھا۔ آغا صاحب کے حالات زندگی بہت ادھورے لکھے ہیں، تاریخ وفات تک نہیں لکھی۔ تاریخی حالات و واقعات کے بیان میں بھی کئی مقامات پر ٹھوکریں کھائی ہیں، مثلاً سرنگا پٹم کے سقوط کی تاریخ 1794ء لکھی ہے، حالانکہ وہ 1799ء ہے۔ صفحہ 118 پر قرارداد پاکستان اور قرارداد مقاصد کو گڈ مڈ کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں: ''مسلم لیگ نے پاکستان کے حصول کے لئے بھی اِسی شہر سے قرارداد (مقاصد) پاکستان بھاری اکثریت سے پاس کی۔'' اسی طرح وہ انڈکس اور فہرست کے فرق سے بھی لاعلم ہیں۔ (دیکھئے صفحہ 128-127)۔ یہ بتا چکنے کے بعد کہ آغا صاحب نے میٹرک کا امتحان 1932ء میں پاس کیا، لکھتے ہیں: ''میٹرک کے بعد آپ نے عملاً سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ انہی دنوں امرتسر شہر میں جلیانوالہ باغ کا افسوس ناک واقعہ رونما ہوا۔'' (ص:104) حالانکہ جلیانوالہ باغ کا سانحہ 1919ء میں پیش آیا تھا۔ اس وقت آغا صاحب کی عمر صرف دو سال تھی۔

پیش لفظ میں مصنف نے ذکر کیا ہے کہ ''صحافت، سیاست اور ادب و شاعری کے ڈانڈے ہمیشہ ملتے رہے ہیں۔ لہٰذا شورش کاشمیری کی صحافت کے ذکر میں ان کی سیاست اور ادب و شاعری کا ذکر بھی کہیں کہیں آ جاتا ہے، تاہم مفصل ذکر اُن کی صحافت ہی کا ہوا ہے۔'' (ص: 11) قاری حیران رہ جاتا ہے کہ کتاب میں آغا صاحب کی صحافت کو صرف 42 صفحات دیئے گئے ہیں۔ باقی حصہ سوانح، شاعری اور خطابت کی نذر ہو گیا ہے۔ آغا صاحب کی خطابت اور صحافت پر مشاہیر کی آراء 21 صفحات میں درج کی گئی ہیں۔ ان میں کسی ''میاں طفیل محمد گکھڑوی'' کی رائے بھی درج ہے، معلوم نہیں وقار صاحب نے یہ کون سا ''مشاہیر'' تلاش کیا ہے؟ کتاب کے آخری 41 صفحات شعراء کے منظوم خراج عقیدت کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔

کتاب کے آخر میں ماخذ کی فہرست میں آغا صاحب سے تین کتابیں منسوب کی گئی ہیں: دیوان شورش، پانچ دریا اور محسن انسانیت، ان کا اشاعتی ادارہ مکتبہ چٹان بتایا گیا ہے۔ قارئین اسی سے اندازہ لگا لیں کہ آغا شورش کاشمیری ایسی عظیم قومی شخصیت پر کس معیار کا تحقیقی کام ہوا ہے! شاید اسی لئے مصنف نے دیباچے میں یہ انکشاف کرنے سے گریز کیا ہے کہ یہ کتاب دراصل ان کا پی ایچ ڈی مقالہ ہے۔

☆......☆......☆

ادارہ

# اخبارالاحرار

## مرکز احرار چیچہ وطنی میں بچیوں کا ترجمۂ قرآن کورس

چیچہ وطنی (۳۰؍جولائی) فہم قرآن کورسز نیٹ ورک اسلام آباد اور احرار گرلز سوسائٹی چیچہ وطنی کے زیرِ اہتمام ترجمۂ قرآن پاک سیکھنے کے حوالے سے طالبات کے لیے ایک دس روزہ کورس جناب عبداللطیف خالد چیمہ کی سرپرستی میں مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی میں 21 تا 30 جولائی منعقد ہوا جس میں مدرس کے فرائض جناب مولانا محمد وقاص سعید (انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد) نے انجام دیے یہ کورس اپنی افادیت کے اعتبار سے اِنتہائی کامیاب رہا۔ طالبات کو تحریری مواد بھی مہیا کیا گیا، مرکزی مسجد عثمانیہ کے سٹاف نے کورس کے آغاز تا اختتام بھرپور تعاون وانتظام کیا۔ ۳۰؍ جولائی جمعرات کو صبح کے وقت کورس کے اختتام پر طالبات کی ضیافت کی گئی اور مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے طالبات سے فہم دین اور فہم قرآن کریم کے حوالے سے مختصر گفتگو کی اور دعا کے ساتھ کورس اختتام پذیر ہوا۔

## برما روہنگیا مسلمانوں پر مظالم انسانیت دشمنی کے مترادف ہیں

## اسلام، پاکستان اور دینی مدارس کے دشمن بالآخر ناکام ہوں گے (امیر احرار سید عطاء المہیمن بخاری)

چیچہ وطنی (۸؍جون ۲۰۱۵ء) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر مرکزی سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ روہنگیا کے مظلوم مسلمانوں کی مظلومیت بارے انسانی حقوق کے دعویدار عالمی اداروں کی خاموشی بے حسی کی انتہا ہے بلکہ اس ظلم کی مجرمانہ حمایت انسانیت دشمنی کے مترادف ہے، وہ گزشتہ روز لاہور سے ملتان جاتے ہوئے دفتر احرار جامع مسجد چیچہ وطنی میں احرار کارکنوں سے بات چیت کر رہے تھے، انہوں نے کہا کہ تحفظ ناموس رسالت کے قانون کے خلاف عالمی سطح پر جو سازشیں ہو رہی ہیں، اُن کا سدباب اور منہ توڑ جواب دینا حکمرانوں اور قانون کے محافظوں کی ذمہ داری ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان شاء اللہ پاکستانی پارلیمنٹ میں توہین رسالت کے قانون کے خلاف کوئی بل کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے کہا کہ تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ عقیدۂ ختم نبوت پوری اُمتِ مسلمہ کے ایمان کی اساس ہیں آئین پاکستان ہمیں یہ حق دیتا ہے کہ ہم اسلامائزیشن کی جدوجہد کو آئینی دائرے میں آگے بڑھائیں، انہوں نے کہا کہ موجودہ دورِ حکومت میں دین دشمن اور قادیانی لابیاں بے حد متحرک ہیں، تحفظ ختمِ نبوت کے کام اور لٹریچر کے راستے میں پابندیاں کسی طور قبول نہیں کی جاسکتیں، انہوں نے کہا کہ متحدہ علماء بورڈ تحفظ ختم نبوت اور ردقادیانیت پر مبنی لٹریچر پر پابندی کو غلط قرار دے چکا ہے، انہوں نے کہا کہ 1974ء کی پارلیمنٹ کی قراردادِ اقلیت، 1984ء کا امتناع قادیانیت ایکٹ اور ملکی وعالمی عدالتوں کے فیصلے ہی ہماری آئینی جدوجہد کی اساس ہیں۔ انہوں نے کہا ہمارا یقین ہے کہ اسلام، پاکستان اور دینی مدارس کے دشمن بالآخر

ناکام ونامراد ہوں گے۔

چیچہ وطنی (۲۴؍جولائی ۲۰۱۵ء) خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی مرحوم کے بڑے فرزند حاجی طاہر محمود قاسمی کے انتقال پر مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری، نائب امیر سید محمد کفیل بخاری ،سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ اور مولانا محمد مغیرہ نے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی ہے، علاوہ ازیں ساہیوال ڈویژن کے ممتاز علماء کرام کے ایک وفد نے متحدہ علماء کونسل پاکستان کے چیئر مین قاری منظور احمد طاہر کی سربراہی میں حاجی طاہر محمود قاسمی کی نماز جنازہ میں شرکت کی اِس وفد میں انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے رہنما قاری بشیر احمد رحیمی، قاری عتیق الرحمٰن رحیمی اور مولانا عبدالباسط موجود تھے۔ساہیوال ڈویژن کے تمام دینی حلقوں اور مذہبی رہنماؤں نے حاجی طاہر محمود قاسمی کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور مغفرت کی دعا کی ہے۔

## مسافرانِ آخرت

- ہمارے قدیم مہربان محترم قاری ظہور الرحیم عثمانی (لیاقت پور) کی والدہ مرحومہ، انتقال: ۱۲؍شعبان ۱۴۳۶ھ مطابق ۳۱؍مئی ۲۰۱۵ء ملتان، نمازِ جنازہ مولوی سید عطاء المنان بخاری نے پڑھائی۔
- ہمارے معاون ومہربان جناب عامر سعید؍آصف سعید (اچھرہ، لاہور) کی والدہ مرحومہ، انتقال: ۲۱؍رمضان ۱۴۳۶ھ
- مجلس احرار اسلام ملتان کے ناظم نشرواشاعت شیخ حسین اختر لدھیانوی کے چچا زاد بھائی ماسٹر محمد شریف لدھیانوی مرحوم، انتقال: ۲؍جون ۲۰۱۵ء بروز منگل اوکاڑہ۔
- مدرسہ معمورہ ملتان کے درجہ کتب کے جواں سال طالب علم محمد شعبان ۲۹؍رمضان المبارک کو موٹر سائیکل پر جاتے ہوئے ایک حادثے میں شدید زخمی ہوگئے اور یکم شوال ۱۴۳۶ھ، ۱۸؍جولائی ۲۰۱۵ء کو انتقال کر گئے۔مرحوم کی نماز جنازہ جلہ جیم تحصیل میلسی میں سید محمد کفیل بخاری نے پڑھائی۔
- ہمارے قدیم کرم فرما جناب ربنواز گل (جھنگ) کی والدہ مرحومہ، انتقال: ۸؍شوال ۱۴۳۶ھ؍۲۵؍جولائی ۲۰۱۵ء
- حافظ محمد اعظم (کشمور سندھ) نقیب ختم نبوت کے قاری اور مجلس احرار اسلام کے کارکن حافظ محمد ابراہیم کے دادا، انتقال: ۲۰؍جولائی ۲۰۱۵ء
- مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند حاجی طاہر محمود قاسمی مرحوم، انتقال: ۲۳؍جولائی ۲۰۱۵ء فیصل آباد
- **والدہ ماجدہ حکیم حافظ محمد طارق صاحب:** حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے معالج حضرت حکیم حافظ محمد حنیف اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ اور حکیم حافظ محمد طارق، حکیم خلیل اللہ صاحب کی والدہ ماجدہ طویل علالت کے بعد ۹؍شوال ۱۴۳۶ھ،

۲۶ر جولائی ۲۰۱۵ء ملتان میں انتقال کرگئیں۔ مرحومہ انتہائی صالحہ عابدہ خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان پر خاتمہ نصیب فرمایا۔ آخر وقت میں استغفار، اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعائیں، آیت الکرسی، اذان کے کلمات اور حی علی الفلاح کا ورد کرتے ہوئے روح پرواز کرگئی۔ ۱۰ر شوال جنازگاہ جلال باقری میں نماز جنازہ آپ کے بڑے فرزند حکیم حافظ محمد طارق صاحب نے پڑھائی اور حضرت امیر شریعت کے قدموں میں اپنے خاندان کے بزرگوں، عزیزوں کے درمیان آسودہ خاک ہوئیں۔ نمازِ جنازہ میں ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ، حضرت حافظ سید محمد وکیل شاہ صاحب، حضرت مولانا محمد یسین مدظلہٗ، خاندان امیر شریعت کے افراد، دینی مدارس کے علماء وطلباء اور معززین شہر کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے، اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے (آمین)

● چیچہ وطنی میں ہمارے مہربان سید میر رضاء الدین احمد کے چھوٹے بھائی سید میر امین الدین احمد (اسلام آباد) کی اہلیہ، انتقال: ۲۱ر جولائی ۲۰۱۵ء

● چیچہ وطنی میں سید میر منہاج الدین عامر کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ انتقال کرگئیں

● اِنتہائی نیک سیرت بزرگ حافظ دین محمد صاحب (بھکر) انتقال: ۱۶ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ، ۴ر جولائی ۲۰۱۵ء، دارالعلوم دیوبند سے قرآن کریم حفظ کیا حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ چک 11 والے (چیچہ وطنی) سے بیعت کا تعلق تھا۔

● چیچہ وطنی میں ہمارے معاون محمد سہیل مان چک نمبر 109-12 ایل کی پھوپھی صاحبہ مرحومہ، انتقال: ۲۱ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ، ۹ر جولائی ۲۰۱۵ء

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کے لیے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

## دعائے صحت

● رفیق امیر شریعت، حضرت مولانا محمد یسین صاحب مدظلہٗ (مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان) علیل ہیں

● جناب قاری احمد علی صاحب (ناڑی ضلع خوشاب) فاضل جامعہ فتحیہ لاہور، ۱۹۵۴ء

● مولانا محمد امین صاحب (ملتان روڈ، فیصل آباد) فاضل جامعہ فتحیہ لاہور، ۱۹۴۴ء

احباب وقارئین ان کی صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں

## بولان کا خالص

# سرکہ سیب

(ایکسٹرا کوالٹی)

- دل کے بند والوں کو کھولتا ہے۔
- کولیسٹرول کو کم کرتا ہے۔
- ہاضمہ کو درست رکھتا ہے۔
- موٹاپے کو کم کرنے کیلئے بہترین دوا ہے۔
گلے کی خراش اور بلغم ختم کر کے جسم کو صحت مند اور خوبصورت بناتا ہے۔
- رنگت نکھارتا ہے۔

Regd # QA/F/31

BOLAN'S®

**Bolan Fruit Products**
**P.O.Box 285 Quetta**
**email: bfpq_asif@yahoo.com**

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ

بانی: سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ علیہ
قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

# مدرسہ معمورہ

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

## خصوصیات

★ الحمدللہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی و فکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے
★ حفظ و ناظرہ قرآن اور درسِ نظامی میں درجہ متوسطہ سے درجہ خامسہ تک تعلیم جاری ہے
★ دارالافتاء کا قیام ★ صرف و نحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء
★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر و تحریر کی تربیت ★ دارالمطالعہ کی سہولت
★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ و ناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

## تعمیری منصوبے

● وسیع بیسمنٹ ہال ● دارالقرآن ● دارالحدیث ● دارالمطالعہ

اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جا رہی ہے۔
تخمینہ لاگت بیسمنٹ ہال (20,00,000) بیس لاکھ روپے، لاگت فی کمرہ چار لاکھ روپے ہے
تخمینہ لاگت درس گاہیں، ہاسٹل، لائبریری، مطبخ (1,00,00,000) ایک کروڑ روپے
صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔
نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ و عشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

ترسیلِ زر
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 0278-37102053
یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

الداعی الی الخیر
ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری
مہتمم مدرسہ معمورہ ملتان